

دنیا کی مثال

عن المستوردِ بْنِ شَدَادٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَاللَّهِ مَا الدُّنْيَا
فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ أَصْبَعَهُ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ
بِمَا يَرْجِعُ - [رواه مسلم]

”مستورد بن شداد فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ
کو یہ فرماتے ہوئے سنا، قسم اللہ کی! آخرت کے مقابلے میں
دنیا کی مثال ایسے ہی ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی
سمندر میں ڈبو کر نکالے پھر وہ دیکھے (اس کی انگلی کے ساتھ)
کتنا پانی ہے؟“

توبہ

﴿وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ [النور: ۳۱]
 ”اے مومنو! تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ استغفار کرو شاید کہ تم کامیاب و کامران ہو جاؤ۔“
 توبہ کا لغوی معنی: رجوع کرنا، لوٹ آنا۔

توبہ کا (مطلب): گناہ سے پہلے ایک بندہ مومن بارگاہ رب العزت میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ لیکن جب اس سے گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو بارگاہ الہی میں اس کی وہ پہلی حالت نہیں ہوتی۔

توبہ کا اصطلاحی معنی: یہ ہے کہ انسان کے دل میں جب اپنے گناہ کا احساس ہو اور اس احساس ندامت کے ساتھ بارگاہ الہی میں اپنی پہلی حالت پر لوٹ آئے۔ اور جو لوگ مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بناتے ہیں وہ لوگ شرک کا ارتکاب کرتے ہیں اور شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔ کیوں کہ مشرک آدمی کے بارے میں رب حنان کا اعلان ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ [النساء: ۴۸]

”یقیناً اللہ تعالیٰ مشرک آدمی کو معاف نہیں کرے گا۔ اگر شرک کے علاوہ جتنا بھی گنہگار ہو اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کو معاف کرے گا۔“ ﴿اَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ﴾ واللہ غفور رحیم ﴿کیا وہ لوگ اللہ کی طرف توبہ استغفار نہیں کرتے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ بہت بڑا رحم کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ گناہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اگر لوگ اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں تو وہ ان کو معاف کر دے گا۔ ایک اور جگہ پر رب العالمین نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾ [التحریم: ۸]

”اے ایمان کا دعویٰ کرنے والو! اللہ تعالیٰ سے سچی توبہ کرو اگر تم اللہ تعالیٰ سے سچی توبہ کرو گے تو قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور تمہیں ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہیں۔“

عَنِ ابْنِ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ تَابَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِ - [مسلم، رقم: ۲۷۰۳، کتاب الذکر والدعا والتوبہ والاستغفار، باب استحباب الاستغفار والاستسکار منه]

”جس شخص نے توبہ کی مغرب سے سورج طلوع ہونے سے پہلے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کرے گا۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ اللَّهَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ الْعَبْدَ مَا لَمْ يَغْرُ - [ترمذی، کتاب الدعوات، باب

ان الله يقبل التوبة العبد ما لم يغر، رقم: ۳۵۳۷، ابن ماجہ، رقم: ۴۲۵۳، حاکم: ۶/۲۵۷، مسند احمد: ۵/۱۷۴]

”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندہ کی توبہ قبول کرتا ہے جب تک اس کو غرغہ (موت کی غشی طاری ہونا) شروع نہ ہو جائے۔“

فائدہ: غرغہ کا مطلب مفہوم یہ ہے کہ روح کا جسم سے نکل کر حلق تک آ جانا۔ موت کی غشی طاری ہونے سے پہلے پہلے توبہ کریں تو اس کا فائدہ ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔ [عبدالرحیم بلتستانی]

فہرست

1	دو نعمتیں	جواہر پارے
5	اعصاب شکن برائی (حافظ احمد شاکر)	اداریہ
7	اسلام اور خرید و فروخت کے زریں اصول! ۴ (حافظ ذوالفقار علی)	معاشیات
12	نماز باجماعت کا طریقہ (پہ شکر یہ، الہدی، اسلام آباد)	دعوت و تبلیغ
15	رشوت کی تعریف..... (۳) (ترجمہ: مولانا نصیر احمد ملٹی)	معاشرتی مسائل
19	مہکتے پھول (شیخ عمر فاروق)	بصیرت
24	دعوت اور کھانے کے آداب (غلام مصطفیٰ ظہیر)	اسلامی تہذیب
27	مولانا تاج محمود بھٹی (حکیم مدر محمد خاں)	تذکرہ علمائے اہل حدیث
30	رہبر (شورش کاشمیری)	نظم
33	دارالدعوة السلفیہ..... ایک تعارف (۱) (ملک عصمت اللہ قلعوی)	تعارف

شرعی فیصلہ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْحَبُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾

[الحجرات: ۴۹ / ۶]

”اے ایمان والو! اگر کوئی بدکار شخص تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ تم نا سمجھی میں کسی کو نقصان پہنچا ڈالو پھر تم اپنے کیے پر نادم ہونے لگو۔“

بددعا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَدْعُوا عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ وَلَا تَدْعُوا عَلَىٰ أَوْلَادِكُمْ وَلَا تَدْعُوا عَلَىٰ أَمْوَالِكُمْ، لَا تُؤَافِقُوا مِنَ اللَّهِ سَاعَةً يُسْأَلُ فِيهَا عَطَاءٌ فَيَسْتَجِيبَ لَكُمْ - [مسلم: ۷۴ / ۳۰۰۹]

”تم اپنی جانوں کے خلاف یا اپنے اموال و اولاد کے خلاف بددعا نہ کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری دعا قبولیت کی اس گھڑی کے مطابق پڑ جائے جس میں اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مانگی جائے تو وہ ضرور قبول فرما لیتا ہے۔“

زبردستوں کی پردہ درری فساد کی جڑ ہے

ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الْأُمِيرَ إِذَا ابْتَغَى الرِّيْبَةَ فِي النَّاسِ أَفْسَدَهُمْ - [ابوداؤد]

”جب حاکم وقت اپنی رعایا پر تہمت زنی اور الزام تراشی کرنے لگتا ہے تو انہیں خراب کر دیتا ہے۔“

[ابوداؤد: ۴۸۸۹ - صحیح]

ایک روایت میں اس طرح ہے:

إِذَا اتَّبَعَتْ عَوْرَاتِ النَّاسِ أَفْسَدَتْهُمْ - [ابوداؤد: ۴۸۸۸ - صحیح]

”جب تم لوگوں کے پردوں کے پیچھے پڑ جاؤ گے تو انہیں خراب کر دو گے۔“

اعصاب شکن برائی

حافظ احمد شاہ

اداریہ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو تخلیق کرنے کے بعد اس کی رشد و ہدایت کے لیے انبیاء کو مبعوث فرمایا اور انبیاء کے ذریعے صحیفے اور کتابیں نازل فرمائیں۔ ہر نبی نے پیغام الہی یعنی جب توحید کی دعوت دی تو ساتھ ہی اپنے کردار کا ذکر بایں انداز فرمایا کہ لقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ یعنی ”میں اس سے پہلے تم میں عمر گزار چکا ہوں۔“

سیرت مبارکہ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کئی زندگی میں آپ نے ۱۳ سال تک ایمان لانے والے مسلمانوں کی اصلاح کی ابتدا عقیدہ توحید کی تبلیغ و تفہیم سے فرمائی۔ گویا کہ آپ نے فرد کی اصلاح فرما کر اصلاح یافتہ اور گفتار و کردار سے مزین ایک صالح معاشرہ تشکیل فرمانے کے بعد مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ مدینہ منورہ پہنچ جانے کے بعد آپ نے مہاجرین و انصار میں مَوَاحَاة..... بھائی چارہ..... کے نام پر ایثار و قربانی سے بھرپور ایسا مثالی معاشرہ تشکیل دیا کہ تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ جس کے نتیجے میں عمل، امن، عدل، خوفِ الہی اور ہمدردی و احساس اس طرح سنگ میل بلکہ مینارۂ نور بنے کہ چہار دہائی تک عالم اس سے منور ہو گئے۔

اس تمہید طولانی کی غرض یہ ہے کہ وطن عزیز اس وقت جن گھمبیر حالات میں گھرا ہوا ہے اس سے ہر صاحبِ دل پاکستانی شدید تناؤ اور کھچاؤ کا شکار اور حالات کا شکوہ کنال ہے۔ ہر ذی شعور انسان سمجھتا اور اس کا اظہار کرتا ہے کہ نظریہ و فکر سے عاری، متضاد قول و فعل کے حامل، موقعہ شناس اور خود غرض سیاسی لیڈر اور بزدل و مفاد پرست حکمران ہی پاکستان و اہل پاکستان کی نکتہ و ذلت کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ ابھی یہ سطور تحریر کی جا رہی تھیں کہ آج کے موقر روزنامہ ایکسپریس میں ایک بزرگ کالم نگار نے کسی غیر مسلم دانش ور کا یہ مقولہ یا تجزیہ نقل کیا جو ذیل میں درج ہے:

Somerset Mawgham نے گناہ کا تجزیہ کرتے ہوئے مشاہدہ کیا تھا ”منافقت اور مکر ایک بہت مشکل اور اعصاب شکن برائی ہے جو کوئی بھی اسے اپناتا ہے اس کے لیے ناختم ہونے والی بیدار مغزی اور ضمیر سے غیر معمولی دوری درکار ہوتی ہے۔“ منافقت کو بسا خوری یا شب باشی کی طرح فارغ اوقات میں نہیں اپنایا جاتا بلکہ یہ ایک کل وقتی کام ہے۔ [ص: ۳، ۲۷ اکتوبر ۲۰۰۹]

صحافت کی ذہانت دیکھئے کہ یہ کالم اس دن چھپا جس دن پاکستان کے ان دو اہم لیڈروں کے درمیان ملاقات ہوئی جن میں سے ایک گراؤنڈ میں کھیل رہا ہے اور دوسرا اپنی باری کا انتظار کر رہا ہے۔

اسی تاریخ کے اسی اخبار کے ادارتی صفحہ کے ایک مشہور کالم ”زیرو پوائنٹ“ میں پاکستان کے دو بڑے لیڈروں کی دولت کا ذکر ان کی ٹیکس ادائیگی کی تفصیلات اور اس کے ساتھ ہی دوسرے سیاسی لیڈروں کے اثاثوں کے حیران کن گوشوارے دیکھ کر ان سب سیاست دانوں (ایم پی ای، ایم این ایز اور سینٹ ممبران) کی غربت و مسکنت پر ترس آنے لگتا ہے کہ ان ”بے چاروں“ کی اکثریت ”بے کار“ اور ”بے گھر“ ہے۔

مغربی دانش ور کے مقولہ کے مطابق منافقت اور مکر ایک ایسی اعصاب شکن برائی ہے جس سے انسان بیدار مغزی کی نعمت اور ضمیر جیسی الہی عطاء سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور یہ سچ ہے کہ منافقت جزوقتی شغل نہیں کل وقتی کام ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے ضمیر مردہ ہو جاتا ہے۔ حدیث پاک کے مطابق نفاق

کی یہ علامتیں ہیں: ۱) جب بات کرے جھوٹ بولے، ۲) جب وعدہ کرے پورا نہ کرے، ۳) جب جھگڑے گالی دے یا جب امانت اس کے سپرد کی جائے اس میں خیانت کرے۔ اس تعریف کے مطابق غور کیا جائے یا اس فریم میں وطن عزیز کے سیاست دانوں کو فٹ کیا جائے تو وہ ”بفضلہ تعالیٰ“ اس تعریف پر پورا اترتے اور اس سانچے میں بالکل پورا آتے ہیں یعنی ہمہ صفت بلکہ ہمہ صفات موصوف ہیں اور جو اس میں پورے نہیں آتے انہی کو ناکام سیاست دان شمار کیا جاتا ہے۔

افسوس ناک حقیقت یہ اعتراف ہے کہ ہماری بعض دینی جماعتیں جو دین یا مسلک کے نام سے میدان سیاست میں اترتی ہیں ان کے قائد بھی نمک کی کان میں جا کر نمک ہی ہو جاتے ہیں۔ الامن رحمہ ربی

قرآن وحدیث کی تعلیمات سے یہ بات ثابت ہے کہ اسلام نے حکم رانی..... سیاست..... کا ایک اصول مقرر اور ایک قانون بنا دیا ہے کہ ”کلکم راع وکلم مسئول عن رعیتہ“ یعنی ہر چرواہا اپنے ریوڑ کے بارے میں جوابدہ ہوگا۔ یعنی باپ اولاد کے بارے میں، استاذ شاگردوں کے بارے میں، افسر ماتحتوں کے بارے میں اور حاکم رعایا کے بارے میں جوابدہ ہوگا۔ اس اصول کا دھیان کرنے والے میں علامات نفاق کیسے پیدا ہو سکتی ہیں اور اس کا ضمیر مردہ کیسے ہو سکتا یا رہ سکتا ہے۔ یہ زریں اصول اگر عام سیاست دانوں اور حکمرانوں کی سمجھ میں نہیں آتا تو کم از کم دین سے تعلق رکھنے یا دین کی طرف منسوب جماعتوں اور ان کے قائدین کو اس قاعدے اور اصول کا اہتمام بلکہ احترام کرتے ہوئے مروجہ سیاست اور طریق انتخاب (یعنی خود کو بطور امیدوار پیش کرنے) سے اجتناب بھی کرنا چاہیے اور دیگر علامات نفاق سے بچنے کی کوشش ہمیشہ کرتے رہنا چاہیے۔ اس وجہ سے اگر وہ عوامی نمائندہ (ایم، پی، اے، ایم، این، اے) نہ بن سکیں تو نہ بنیں لیکن دین کو مقدم رکھنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

امریکا نے افغانستان میں مونہہ کی کھانے یعنی ناکام ہونے کے بعد اپنی سازشوں، فوجوں اور اسلحے کا رخ پاکستان کی طرف کر دیا ہے بلکہ معلوم ہوتا ہے، جس کا بعض حضرات نے اس وقت اظہار بھی کر دیا تھا کہ امریکا کا اصل نشانہ پاکستان ہی تھا اس نے تو ایک ایک کو پکڑ کر مارنے کی حکمت عملی اختیار کی تھی۔ رحمہ اللہ النباش الاول کی طرح ہمارے موجودہ حکمران بڑی رفتار اور جرأت کے ساتھ ایسے فیصلے کر رہے اور ان سے ایسے اعمال سرزد ہو رہے ہیں کہ ماضی کا غیر مشرف دور بھی ان کے مقابلہ میں مات دکھائی دے رہا ہے۔ کہنے والے اس حکومت کو بحرانوں کی حکومت کہتے ہیں۔ دہشت گردی کے نام پر امریکی جنگ میں سینکڑوں جان ہارنے والوں کے علاوہ پچھلے دو تین ماہ میں اور کیا نہیں ہوا۔ چینی کا بحران، لوگر بل کا طوفان، آج کل این۔ آر۔ اوکا ہیجان۔ امریکیوں یعنی امریکا کے حکومتی عہدیداروں کا پاکستان میں ”اپنے دوسرے گھر“ کی طرح آنا جانا الگ معمر ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا۔ یہ ایسے بحران ہیں کہ ہر ایک اپنے اندر ملکی سالمیت کے متعلق حشر اٹھائے ہوئے ہے۔ لیکن حکمران تو حکمران عوام کے ”ہم درد“ اور ”خیر خواہ“ میاں برادران بھی کانوں میں روٹی ٹھونسنے آنکھوں پہ خول چڑھائے اور مونہہ میں کنگنیاں ڈالے بیٹھے ہیں۔ چینی ملوں کی وضاحت انہی دنوں آگئی تھی کہ چینی ملوں میں سے صرف تین چار غیر سیاست دانوں کی ہیں باقی ساری ملیں حکمرانوں، ان کی بیٹیوں، فرینڈلی اپوزیشن اور باری کا انتظار کرنے والوں کی ہیں جن کو اب عدالت سے بھی چالیس روپے کلونٹک بیچنے کا اجازت نامہ مل چکا ہے۔

اسی طرح لوگر بل ہے جو امریکا نے صرف ڈیڑھ ارب سالانہ خیرات دینے کی خاطر پاکستان کے حکمرانوں کے ہاتھ تھما دیا ہے۔ اس بل پر عوام کے وطن عزیز کے بارے میں اپنے خدشات ہیں، سیاست دانوں کو الگ خطرات ہیں اور بعض اہم حکومتی اداروں کے اپنے تحفظات ہیں۔ عوام تو خطرات سے نکل نہیں پارہے، سیاست دانوں کو تو حسب حیثیت گولی ٹانی مل گئی تو ان کو خدشات کی توجیہات کرتے دیر نہیں لگے گی۔ باقی رہے اہم حکومتی ادارے تو ان کا تحفظات سے مطمئن ہونے کا ذکر اخبارات کے ذریعے اب تک تو ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ باقی واللہ اعلم بالصواب

اسلام اور خرید و فروخت کے زریں اصول!

حافظ ذوالفقار علی (شیخ الحدیث ابو ہریرہ شریعہ کالج لاہور)

خیار بصورت اختلاف:

جب معاملہ طے پانے کے بعد فروخت کنندہ اور مشتری کے درمیان قیمت وغیرہ میں اختلاف پیدا ہو جائے، مثلاً فروخت کنندہ کہے کہ میں نے اس کی قیمت ایک ہزار بتائی تھی اور خریدار کہے نو سو میں سودا طے ہوا تھا اور دونوں میں سے کسی کے پاس دلیل یا گواہ موجود نہ ہو تو فروخت کنندہ کی بات معتبر سمجھی جائے گی اور خریدار کو اختیار ہوگا کہ وہ بیع باقی رکھے یا فسخ کر دے۔

إِذَا اُخْتَلَفَ الْبَيْعَانِ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا بَيِّنَةٌ فَهُوَ مَا يَقُولُ رَبُّ السَّلْعَةِ أَوْ يَتَّزَارِ كَانِ - [سنن ابی داؤد، باب اذا اختلف البيعان]

”جب فروخت کنندہ اور خریدار کا اختلاف ہو جائے اور دونوں میں سے کسی کے پاس دلیل نہ ہو تو فروخت کنندہ کی بات معتبر ہوگی یا پھر دونوں بیع ختم کر دیں۔“

سنن ابن ماجہ میں ہے:

أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ بَاعَ مِنَ الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ رَقِيقًا مِنْ رَقِيقِ الْأَمَارَةِ فَأَخْتَلَفَا فِي الثَّمَنِ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ بَعْتُكَ بِعِشْرِينَ أَلْفًا وَقَالَ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ إِنَّمَا اشْتَرَيْتُ مِنْكَ بِعَشْرَةِ آلَافٍ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ إِنَّ شَيْئًا حَدَّثْتُكَ بِحَدِيثٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ هَاتِهِ قَالَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ إِذَا اُخْتَلَفَ الْبَيْعَانِ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا بَيِّنَةٌ وَالْبَيْعُ قَائِمٌ بَعِيْنِهِ فَالْقَوْلُ مَا قَالَ الْبَائِعُ أَوْ يَتَزَارَاَنِ الْبَيْعُ قَالَ فَإِنِّي أَرَى أَنْ أُرَدَّ الْبَيْعَ فَرَدَّهُ - [باب البيعان يختلفان]

”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اشعث بن قیس کو سرکاری غلاموں میں سے ایک غلام فروخت کیا۔ پھر دونوں کا قیمت کے متعلق اختلاف ہو گیا، حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے تھے میں نے تجھے بیس ہزار میں بیچا ہے جب کہ اشعث بن قیس کا دعویٰ تھا کہ میں نے آپ سے صرف دس ہزار میں خریدا ہے۔ اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا اگر آپ چاہیں تو میں آپ سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے، اشعث نے کہا بیان کرو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ فروخت کنندہ اور خریدار کا اختلاف ہو جائے اور کسی کے پاس گواہ نہ ہو اور فروخت کی گئی چیز بعینہ موجود ہو تو فروخت کنندہ کا دعویٰ درست مانا جائے گا، یا دونوں بیع فسخ کر دیں۔ اشعث نے کہا میرا خیال ہے کہ میں بیع فسخ کر دوں۔ چنانچہ انہوں نے بیع فسخ کر دی۔“

قیمت خرید غلط بتانے کی وجہ سے خیار:

جب فروخت کنندہ کوئی چیز اس دعویٰ کے ساتھ فروخت کرے کہ وہ اپنی لاگت قیمت سے صرف اتنے روپے زائد منافع لے رہا ہے جیسا کہ مرابحہ میں ہوتا ہے یا اپنی لاگت قیمت پر ہی بیچ رہا ہے جیسا کہ بیع تولیہ میں ہے یا اپنی لاگت سے اتنے روپے کم وصول کر رہا ہے جیسا کہ بیع وضعیہ میں ہوتا ہے اور بعد میں یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے غلط بیانی کی ہے تو مشتری کو بیع منسوخ کرنے کا اختیار ہے۔ کیوں کہ ان صورتوں میں مشتری فروخت کنندہ پر اعتماد کر کے بیع کرتا ہے۔ لہذا ان کا ہر قسم کی خیانت اور شبہات سے پاک ہونا اور خریدار کو لاگت قیمت کا علم ہونا ضروری ہے جو فروخت کنندہ کی غلط بیانی کی وجہ سے نہیں ہو سکا، اس لیے خریدار کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بیع ختم کر دے۔

تغیر واقع ہونے کی وجہ سے اختیار:

اس سے مراد یہ ہے کہ مشتری نے ایک ایسی چیز کا سودا کر لیا جو اس نے معاملہ طے پانے سے کافی عرصہ پہلے دیکھی تھی لیکن جب سودا طے پانے کے بعد سامنے آئی تو اس میں تبدیلی آچکی تھی، اب مشتری کو اختیار ہے کہ بیچ باقی رکھے یا منسوخ کر دے۔ کیوں کہ تبدیلی پیدا ہونے کے بعد مذکورہ چیز وہ نہیں رہی جس کا مشتری نے خریداری سے قبل مشاہدہ کیا تھا لہذا یہ بیچ ختم کر سکتا ہے۔ لیکن اگر کوئی قابل ذکر تبدیلی واقع نہ ہوئی ہو تو پھر مشتری کو بیچ ختم کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہوگا۔

یہاں یہ بات بھی نوٹ کرنے کی ہے کہ شرعی اصول و ضوابط کی روشنی میں اختیار کی فیس لی جاسکتی ہے اور نہ ہی یہ حق کسی دوسرے کو فروخت کیا جاسکتا ہے۔

اختاریات (Options) کی بیچ

اختیار کا جدید مفہوم:

شریعت میں اختیار (Options) کا مفہوم تو وہی ہے جو اوپر بیان کر دیا گیا ہے لیکن سرمایہ دارانہ نظام معیشت میں اختیار کا تصور اس سے بالکل مختلف ہے۔ جدید معاشی ماہرین کے نزدیک اختیار سے مراد ہے:

عقد یخول لحامله الحق بیع او شراء اوراق مالية

او سلع معينة بسعر معين طيلة فترة زمنية معينة۔

[فقہ البیوع المنہی عنہا مع تطبیقاتہا الحدیثہ فی

المصارف الاسلامیة، للدکتور احمد ریان، ص: ۲۵]

”ایسا عقد جو اختیار (Options) لینے والے کو ایک خاص

مدت تک طے شدہ قیمت پر فنانشل پیپر یا متعین اجناس خریدنے

یا بیچنے کا حق دے۔“

اختیار دینے کی باقاعدہ فیس لی جاتی ہے اور معاصر معیشت میں اس کو مستقل مال شمار کیا جاتا ہے جو کسی دوسرے کو فروخت بھی کیا جاسکتا ہے۔

عقد اختیار میں دو فریق ہوتے ہیں:

اختیار کا خریدار، (مشتری اختیار): اسے مراد وہ شخص ہے جو فیس

دے کر خریدنے یا بیچنے کا اختیار حاصل کرنا ہے۔

اختیار کا فروخت کنندہ، (محرر اختیار): جو فیس وصول کر کے

بیچنے یا خریدنے کا اختیار دیتا ہے۔

یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ اختیار کا خریدار اگر چیز خریدنا یا بیچنا چاہے تو اختیار دینے والا اس کی مرضی کا پابند ہوتا ہے۔ کیوں کہ اس نے فیس وصول کی ہوتی ہے لیکن اختیار لینے والا خریدنے یا بیچنے کا پابند نہیں ہوتا۔

فائدہ: اختیار دہندہ کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ اختیار دیتے وقت اس چیز کا مالک بھی ہو بلکہ غیر ملکیتی چیز کا اختیار بھی دے سکتا ہے۔

ماہرین معیشت کی اصطلاح میں اس کو اوپن آپشن (خيار مكشوف) کہا جاتا ہے۔ اگر اختیار دیتے وقت وہ چیز اس کی ملکیت میں ہو تو اس کو کوریڈ آپشن (خيار مغطى) کہتے ہیں۔

اختیار کی قسمیں:

اختیار کی بنیادی قسمیں دو ہیں:

①..... اگر خریدنے کا اختیار لیا گیا ہو، تو اس کو Call Option

(اختیار الشراء) کہتے ہیں۔

②..... اور اگر بیچنے کا ہو، تو اس کو Put Option (اختیار البیع)

کہتے ہیں۔

خریداری اختیار کا مقصد: خریداری اختیار (Call Option)

لینے کا پہلا مقصد خرید و فروخت کے ذریعے قیمتوں کے اتار چڑھاؤ سے

فائدہ اٹھانا ہے۔ مثلاً کسی کمپنی کے ایک شیئر ز ہیں، شیئر کی موجودہ قیمت

ایک سو روپیہ ہے۔ ”الف“ کے خیال میں ایک مہینہ تک اس شیئر کی قیمت

میں کمی واقع ہو سکتی ہے جب کہ ”ب“ کے نزدیک اس عرصہ میں مذکورہ

شیئر کی قیمت بڑھنے کی توقع ہے۔ لہذا ”ب“ ”الف“ کو پانچ روپے فی

شیئر فیس ادا کر کے ایک مہینہ تک اس قیمت پر مذکورہ شیئر خریدنے کا

اختیار لے لیتا ہے۔ اس مثال میں ”ب“ اختیار کا خریدار (مشتری

الاختیار) اور ”الف“ فروخت کنندہ (محرر الاختیار) ہے۔ اب یہاں

تین حالتیں پیش آ سکتی ہیں:

①..... مقررہ تاریخ تک شیئر کی قیمت پانچ روپے سے زائد بڑھ

گئی ہے، مثلاً ایک سو چھ روپے ہو گئی ہے تو ”ب“ ”الف“ سے ایک سو

روپے فی شیئر کے حساب سے وہ شیئر خرید کر مارکیٹ میں ایک سو چھ میں

کوفروخت کر دے گا۔ گویا ”الف“ یہ اختیار حاصل کر کے ڈالر کی قیمت گرنے سے مطمئن ہو گیا ہے۔

اختیارات کی خرید و فروخت کا شرعی حکم:

مذکورہ بالا تفصیلات یہ ثابت کرنے کے کافی ہیں کہ سرمایہ دارانہ نظام معیشت میں رائج اختیارات اور شریعت کے تصور اختیار کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔ اختیار کا شرعی مفہوم تو صرف اتنا ہے کہ بیع باقی رکھنے یا فسخ کرنے میں سے جو صورت بہتر معلوم ہو اس کا انتخاب کر لیا جائے۔ اس کی نہ تو کوئی فیس مقرر ہوتی ہے اور نہ ہی یہ حق کسی دوسرے کوفروخت کیا جاسکتا ہے۔ جب کہ زیر بحث اختیار کسی چیز کو خریدنے یا بیچنے کا محض ایک حق ہے جو نہ تو مال ہے اور نہ ہی کسی چیز کا حق استعمال، نیز یہ ایسا مالی حق بھی نہیں جس کا معاوضہ لیا جاسکے۔ لہذا اس کی خرید و فروخت حرام ہے۔

مزید یہ کہ اختیارات کا لین دین ایک ایسا عمل ہے جو غرر اور سٹہ بازی جیسی قباحتوں پر جاتا ہے۔ اس کی مثال یوں ہے:

”الف“ کے ذمہ ایک ہزار امریکی ڈالر قرض ہے جو اس نے تین ماہ بعد ادا کرنا ہے۔ ڈالر کی موجودہ قیمت اسی روپے ہے۔ ”الف“ اس کشمکش میں ہے کہ وہ ابھی ڈالر خرید لے یا ادائیگی کے موقع پر خریدے۔ کیوں کہ اگر وہ ابھی خرید لیتا ہے اور ادائیگی تک اس کی قیمت کم ہو جاتی ہے تو اس کا نقصان ہے کیوں کہ اس نے ڈالر مہنگے داموں خرید ا ہوا ہے۔ اور اگر اس وقت نہیں خریدتا تو ممکن ہے ادائیگی تک اس کی قیمت بڑھ جائے اور اسے مہنگے داموں خریدنا پڑے، یہ بھی خسارے کا سودا ہوگا۔ لہذا ”الف“ ”ب“ کو ایک روپیہ فی ڈالر فیس ادا کر کے تین مہینوں تک اسی روپے فی ڈالر ایک ہزار ڈالر خریدنے کا اختیار لے لیتا ہے۔ اب اگر مقررہ تاریخ تک روپے کے مقابلہ میں ڈالر کی قیمت بڑھ جاتی ہے تو وہ ”ب“ سے اسی روپے کے حساب سے ایک ہزار ڈالر خرید لے گا۔ اور اگر کمی واقع ہوتی ہے تو وہ ”ب“ سے خریدنے کی بجائے مارکیٹ سے خریدے گا۔ اس صورت میں اگر چہ اسے آپشن فیس کا نقصان برداشت کرنا پڑے گا تاہم مارکیٹ سے ڈالر سٹائل جائے گا۔

بیچنے کا اختیار (Put Option):

اس میں اگر اختیار لینے والا فروخت کرنا چاہے تو اختیار دہندہ

فروخت کر دے گا۔ اس طرح اسے پانچ سو روپے آپشن فیس ادا کرنے کے بعد ایک سو روپے کا فائدہ ہو جائے گا جب کہ ”الف“ کو ایک صد کا نقصان ہوگا۔

④..... شیئر کی قیمت کم ہو کر نوے روپے رہ گئی ہے تو اس صورت میں ”ب“ ”الف“ سے شیئر نہیں خریدے گا کیوں کہ مارکیٹ میں اس کی قیمت گر چکی ہے۔ اگر اسے شیئر سے دلچسپی ہوئی بھی تو وہ ”الف“ سے ایک سو میں خریدنے کی بجائے مارکیٹ سے نوے روپے کے حساب سے خریدے گا۔ کیوں کہ اس طرح اس کا نقصان آپشن فیس تک ہی محدود رہے گا جو کہ پانچ سو روپے ہے اور یہی پانچ سو ”الف“ کا منافع ہے۔

⑤..... شیئر کی قیمت میں اضافہ تو ہوا ہے مگر آپشن فیس پانچ روپے سے کم۔ مثلاً تین روپے اضافہ ہو گیا ہے، تب بھی اختیار کا خریدار ”ب“ وہ شیئر خرید لے گا۔ اگرچہ اس صورت میں اسے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو رہا، تاہم اس کا خسارہ کم ہو جاتا ہے، کیوں کہ نہ خریدنے کی صورت میں پوری آپشن فیس رائیگاں جاتی ہے جب کہ خریداری کی صورت میں صرف تین سو روپے کا نقصان ہے۔

خریداری اختیار (Call Option) لینے کا دوسرا مقصد قیمتوں میں ممکنہ اضافے سے پیشگی تحفظ اور متوقع کمی سے فائدہ اٹھانا ہے۔ یعنی خریداری اختیار احتیاطی تدبیر کے طور پر لینے کی صورت میں اگرچہ اس کی آپشن فیس رائیگاں جائے گی تاہم اسے دوسری طرف سے فائدہ ہو جائے گا۔

فروختی اختیار کا مقصد مستقبل میں ممکنہ نقصان سے پیشگی تحفظ ہے۔ مثلاً ”الف“ کے پاس ایک امریکی ڈالر ہے جس کی حالیہ قیمت اسی روپے ہے۔ ”الف“ اس کشمکش میں ہے کہ وہ یہ ڈالر اپنے پاس رکھے یا ابھی فروخت کر دے۔ کیوں کہ اگر وہ اپنے پاس رکھتا ہے تو اس کی قیمت گرنے کا احتمال ہے۔ اور اگر ابھی فروخت کرتا ہے تو ممکن ہے آئندہ اس کی قیمت بڑھ جائے اور یہ نفع سے محروم رہے۔ لہذا ”الف“ ”ب“ کو آپشن فیس ادا کر کے ایک مہینے تک اسی روپے میں ڈالر بیچنے کا اختیار خرید لیتا ہے۔ اب اگر مقررہ تاریخ تک ڈالر کی قیمت بڑھ گئی تو وہ کسی دوسرے کوفروخت کر دے گا، اور اگر کم ہو گئی تو اسی روپے میں ”ب“

حرام ہے۔

مزید یہ کہ اختیارات کا لین دین ایک ایسا عمل ہے جو غرر اور سٹہ بازی جیسی قباحتوں پر مشتمل ہے۔ غرر اس طرح کہ اختیار کے استعمال کی نوبت آئے گی یا نہیں؟ اس کا علم نہ تو خود اختیار کے خریدار کو ہوتا ہے اور نہ ہی فروخت کنندہ کو۔ کیوں کہ اس کا انحصار اس پر ہے کہ خریدار کی توقع کے مطابق قیمتوں میں کمی بیشی ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر اس نے خریداری اختیار لیا ہو اور قیمتیں بڑھ جائیں تو وہ بیع کرے گا ورنہ نہیں۔ اسی طرح اگر اس نے بیچنے کا اختیار لے رکھا ہو تو صرف قیمت کم ہونے کی صورت میں اختیار دہندہ کو فروخت کرے گا۔ اضافے کی صورت میں کسی دوسرے کو بیچ دے گا۔ چوں کہ قیمتوں میں کمی بیشی غیر یقینی امر ہے، اس لیے بیع کا انعقاد مبہم ہے اور یہی غرر ہے جس کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔

سٹہ بازی اس طرح کہ اس سارے معاملے میں خرید و فروخت کی نیت قطعاً نہیں ہوتی بلکہ نیت صرف یہ ہوتی ہے کہ اگر فلاں تاریخ تک شیئرز کی قیمت بڑھ گئی تو اختیار دہندہ سے اتنے فیصد اضافہ وصول کر لیا جائے گا اور اگر کم ہو گئی تو اس کو اتنے فیصد اضافہ دے دیا جائے گا۔ یا اگر قیمتیں کم ہوں گئیں تو اتنے فیصد اضافہ وصول اور اگر بڑھ گئیں تو ادا کر دیا جائے گا۔ گویا یہ قسمت لڑانے کا کھیل ہے جسے جوا کہا جاتا ہے۔ یہی جوا شیئرز اور کرنسی کی جگہ دیگر اجناس کی بنیاد پر بھی کھیلا جاتا ہے۔ اگر آپشن اوپن ہو تو درج بالا خرابیوں کے ساتھ غیر ملکیتی چیز کا سودا کرنے کی خرابی بھی شامل ہو جاتی ہے۔

بعض شبہات کا ازالہ:

پہلا شبہ: علمائے دین بیعانہ کو جائز قرار دیتے ہیں۔ آپشن فیس بیعانہ کے مشابہ ہے کہ جس طرح بیعانہ دینے والا چیز نہ خرید سکے تو بیعانہ ضبط ہو جاتا ہے اسی طرح اگر اختیار لینے والا چیز نہ خریدے تو آپشن فیس ضبط ہو جاتی ہے۔ مزید یہ کہ جس طرح بیعانہ میں مشتری کو مقررہ تاریخ تک چیز خریدنے کا حق ہوتا ہے اسی طرح اختیار میں بھی مشتری کو متعین تاریخ تک خریداری کا حق ہوتا ہے۔ لہذا بیعانہ کی طرح یہ بھی جائز ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے بیعانہ کی بارے میں جاننا ضروری ہے جسے علمائے دین نے جائز قرار دیا ہے۔ جب کوئی کاروباری معاملہ

خریدنے کا پابند ہوتا ہے جب کہ خریداری اختیار میں بیچنے کی پابندی تھی یعنی یہ خریداری اختیار کے برخلاف ہے۔ اس کا پہلا مقصد خرید و فروخت کے ذریعے قیمتوں کی کمی سے فائدہ اٹھانا ہے۔ مثلاً ”الف“ ”ب“ کو ایک سو روپیہ آپشن فیس ادا کر کے ایک مہینے تک کسی کمپنی کے ایک سو شیئرز پچاس روپے فی شیئرز کے حساب سے فروخت کرنے کا اختیار خرید لیتا ہے۔ اب اگر اس عرصہ میں شیئر کی قیمت گر گئی تو ”الف“ وہ شیئرز طے شدہ قیمت پر ”ب“ کو فروخت کر دے گا۔ لیکن اگر قیمت میں اضافہ ہو گیا تو ”ب“ کو بیچنے کی بجائے مارکیٹ میں فروخت کرنے کو ترجیح دے گا۔ اس صورت میں اگرچہ اس کی آپشن فیس رائیگاں جائے گی تاہم اسے دوسری طرف سے فائدہ ہو جائے گا۔

فروختی اختیار کا دوسرا مقصد مستقبل میں ممکنہ نقصان سے پیشگی تحفظ ہے۔ مثلاً ”الف“ کے پاس ایک امریکی ڈالر ہے جس کی حالیہ قیمت اسی روپے ہے۔ ”الف“ اس کشمکش میں ہے کہ وہ یہ ڈالر اپنے پاس رکھے یا ابھی فروخت کر دے۔ کیوں کہ اگر وہ اپنے پاس رکھتا ہے تو اس کی قیمت گرنے کا احتمال ہے۔ اور اگر ابھی فروخت کرتا ہے تو ممکن ہے آئندہ اس کی قیمت بڑھ جائے اور یہ نفع سے محروم رہے۔ لہذا ”الف“ ”ب“ کو آپشن فیس ادا کر کے ایک مہینے تک اسی روپے میں ڈالر بیچنے کا اختیار خرید لیتا ہے۔ اب اگر مقررہ تاریخ تک ڈالر کی قیمت بڑھ گئی تو وہ کسی دوسرے کو فروخت کر دے گا، اور اگر کم ہو گئی تو اسی روپے میں ”ب“ کو فروخت کر دے گا۔ گویا ”الف“ یہ اختیار حاصل کر کے ڈالر کی قیمت گرنے سے مطمئن ہو گیا ہے۔

اختیارات کی خرید و فروخت کا شرعی حکم:

مذکورہ بالا تفصیلات یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام معیشت میں رائج اختیارات اور شریعت کے تصور اختیار کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔ اختیار کا شرعی مفہوم تو صرف اتنا ہے کہ بیع باقی رکھنے یا فسخ کرنے میں سے جو صورت بہتر معلوم ہو اس کا انتخاب کر لیا جائے۔ اس کی نہ تو کوئی فیس مقرر ہوتی ہے اور نہ ہی یہ حق کسی دوسرے کو فروخت کیا جاسکتا ہے، جب کہ زیر بحث اختیار کسی چیز کو خریدنے یا بیچنے کا محض ایک حق ہے جو نہ تو مال ہے اور نہ ہی کسی چیز کا حق استعمال، نیز یہ ایسا مالی حق بھی نہیں جس کا معاوضہ لیا جاسکے۔ لہذا اس کی خرید و فروخت

جاتی ہے۔

⑤..... بیعانہ میں صرف مشتری کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ چیز خریدے یا نہ خریدے، فروخت کنندہ بیچنے کا پابند ہوتا ہے۔ لیکن اختیارات کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ یہاں نہ تو آپشن فیس قیمت کا حصہ بنتی ہے اور نہ ہی فروخت کنندہ پر بیچنے کی پابندی ہوتی ہے بلکہ اختیار دہندہ پابند ہوتا ہے، قطع نظر اس بات کے کہ وہ خریدار ہے یا فروخت کنندہ۔

اس کے علاوہ بھی کئی لحاظ سے ان میں فرق ہے۔ مثلاً بیعانہ میں چیز کا حصول پیش نظر ہوتا ہے جب کہ اختیارات میں چیز کے حصول کی بجائے قیمتوں میں واقع فرق کا لین دین کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اختیارات کی باقاعدہ خرید و فروخت ہوتی ہے لیکن بیعانہ میں ایسا نہیں ہے۔ لہذا آپشن فیس کو بیعانہ پر قیس کرنا درست نہیں۔

دوسرا شبہ: عقد اختیار حقیقت میں خرید و فروخت کا وعدہ ہے جو ایک نیکی ہے اور آپشن فیس کے نام پر دی گئی رقم اس نیکی کا صلہ ہے۔ یہ توجیہ بھی غلط فہمی پر مبنی ہے۔ نہ تو خرید و فروخت کے وعدے کو نیکی قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اختیار کو وعدہ قرار دینے کی کوئی گنجائش موجود ہے۔ کیوں کہ اس کی باقاعدہ فیس لی جاتی ہے جس سے یہ عقد معاوضہ کے زمرہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

تیسرا شبہ: اختیارات اور اختیار شرط باہم ملتے جلتے ہیں، اختیار شرط جائز ہے اس لیے یہ بھی جائز ہونا چاہیے۔

یہ بات بھی صحیح نہیں کہ اختیارات کا لین دین اختیار شرط کے مشابہ ہے۔ اختیار شرط کا معاوضہ لیا جاتا ہے اور نہ ہی اس کے لیے عقد بیع سے الگ کوئی عقد ہوتا ہے جب کہ اختیار دینے کا معاوضہ وصول کیا جاتا ہے اور اس کے لیے علیحدہ عقد بھی طے پاتا ہے۔ لہذا اس کو اختیار شرط کے مشابہ قرار دینا بعید از قیاس ہے۔ اور اگر اسے اختیار شرط پر قیاس کر بھی لیا جائے تب بھی یہ جائز نہیں بنتا، کیوں کہ اختیار شرط کا معاوضہ جائز نہیں۔

حاصل کلام یہ کہ سرمایہ دارانہ معیشت میں رائج اختیارات کا لین دین حرام ہے ان کو بیعانے اور اختیار شرط پر قیاس کرنا قیاس باطل ہے۔

هذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔

اس طرح طے پائے کہ کچھ رقم پیشگی ادا کر کے یہ کہا جائے کہ اگر میں نے یہ چیز خرید لی تو یہ رقم قیمت کا حصہ شمار ہوگی اور اگر نہ خریدی تو یہ آپ کی ملکیت ہوگی تو اس کو ”بیعانہ کی بیع“ (بیع العربون) کہا جاتا ہے۔ چنانچہ سنن ابن ماجہ میں بیعانہ کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

الْعُرْبَانُ أَنْ يَشْتَرِيَ الرَّجُلُ ذَابَّةً بِمِائَةِ دِينَارٍ فَيُعْطِيَهُ دِينَارَيْنِ أَوْ بُونًا فَيَقُولَ إِنْ لَمْ أَشْتَرِ الذَّابَّةَ فَالْدِينَارَانِ لَكَ۔ [باب بیع العربان]

”بیعانہ یہ ہے کہ آدمی (مثلاً) سو دینار کا جانور خریدے اور دو دینار بیعانہ کے طور پر دے کر یہ کہے کہ اگر میں نے یہ جانور نہ لیا تو یہ دو دینار تمہارے ہوں گے۔“

امام نووی رحمہ اللہ بیعانہ کی تشریح میں رقم طراز ہیں:

وهو أن يشتري شيئاً ويعطى البائع درهماً أو دراهم ويقول ان تم البيع بيننا فهو من الثمن والا فهو هبة لك۔ [المجموع، ج: ۹، ص: ۳۳۵]

”بیعانہ یہ ہے کہ آدمی کوئی چیز خریدے اور فروخت کنندہ کو ایک یا کچھ درہم دے کر یہ کہے کہ اگر ہمارے درمیان بیع مکمل ہوگئی تو یہ رقم قیمت کا حصہ شمار ہوگی بصورت دیگر یہ آپ کے لیے ہبہ ہوگی۔“

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

والعربون في البيع هو أن يشتري السلعة يدفع إلى البائع درهماً أو غيره على أنه إن أخذ السلعة احتسب به من الثمن وإن لم يأخذها فذلك للبائع۔ [المغنی، ج: ۴، ص: ۳۱۲]

”بیع میں بیعانہ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ انسان کوئی سامان خریدے، فروخت کنندہ کو اس شرط پر درہم وغیرہ دے کہ اگر اس نے سامان لے لیا تو یہ رقم قیمت سے وضع کر لی جائے گی اور اگر نہ لیا تو یہ رقم فروخت کنندہ کی ہوگی۔“

بیعانہ کی مذکورہ بالا تعریف سے دو باتیں سامنے آتی ہیں:

①..... خریداری کی صورت میں بیعانہ کی قیمت کا حصہ بن

نماز باجماعت کا طریقہ

نماز کی اہمیت:

نماز اسلام کا دوسرا بنیادی رکن ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے دین کا ستون، اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک اور راحت قرار دیا ہے۔ یہ ایک مسلمان کی پہچان اور اللہ تعالیٰ کی یاد کا بہترین ذریعہ ہے۔ نماز سے محبت اور اسے وقت پر ادا کرنے سے انسان بہت سی خرابیوں اور گناہوں سے بچ سکتا ہے۔ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز ہی کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ خوشی ہو یا غمی، تندرستی ہو یا بیماری، حالت جنگ ہو یا امن، سفر ہو یا حضر نماز ہر حال میں فرض ہے۔

نماز باجماعت کا حکم:

قرآن مجید میں نماز کی حفاظت اور باجماعت ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے:

﴿وَاقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاٰكِعِيْنَ﴾ [البقرة: ۴۳]
”اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔“

لہذا ہر مسلمان مرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ نماز باجماعت ادا کرے والا یہ کہ اسے کوئی شرعی عذر ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جس شہر یا دیہی آبادی میں تین شخص رہتے ہوں اور ان میں جماعت کا انتظام نہ ہو تو شیطان ان پر غالب آجاتا ہے۔ لہذا جماعت قائم کرو کیوں کہ ریوڑ سے الگ رہنے والی (بکری یا بھیڑ) کو بھیڑیا کھا جاتا ہے۔“ [سنن نسائی]

مزید فرمایا: ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے ارادہ کیا کہ لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں، ادھر نماز کے

لیے اذان کہی جائے، پھر ایک آدمی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں ان لوگوں کا رخ کروں جو جماعت میں شریک نہیں ہوتے پھر ان کے گھروں کو جلا دوں۔“ [صحیح بخاری]
ایک نابینا صحابی (عبداللہ بن ابی ام مکتوم) نے اپنے اندھے ہونے کا عذر پیش کر کے اپنے گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اذان سنتے ہو؟ عبداللہ نے کہا جی ہاں، فرمایا: ”پھر نماز میں حاضر ہو۔“ [بحوالہ صحیح مسلم]

نماز باجماعت کی فضیلت:

آپ ﷺ نے فرمایا:

صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرَيْنَ دَرَجَةً - [صحیح بخاری]

”جماعت کے ساتھ نماز، اکیلے نماز پڑھنے سے سترائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے خود بھی ہمیشہ نماز باجماعت ادا کی یہاں تک کہ شدید بیماری میں بھی آپ ﷺ اپنے دو ساتھیوں کے سہارے مسجد میں تشریف لائے اور نماز ادا کی۔

نماز باجماعت کا طریقہ:

آپ ﷺ نے فرمایا:

صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ - [صحیح بخاری]

”تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتا دیکھتے ہو۔“
کم از کم جماعت: دو آدمی اکٹھے ہو جائیں تو جماعت ہو سکتی ہے ایک امام اور دوسرا مقتدری بن جائے۔ البتہ تعداد جتنی زیادہ ہوگی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اکیلے کی نماز سے دوسرے آدمی کے ساتھ نماز پڑھنا افضل ہے اور دو کے ساتھ نماز پڑھنا ایک کے ساتھ نماز پڑھنے سے افضل ہے اور جماعت میں جتنی زیادہ تعداد ہوگی اتنا ہی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔“ [سنن ابی داؤد]

وقار کے ساتھ نماز کے لیے آنا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم نماز کے لیے آؤ تو اطمینان سے چلو جتنی رکعات مل جائیں ادا کرو اور جو گزر چکیں (بعد میں) پورا کر لو۔“ [صحیح مسلم]

مسجد میں داخلہ: مسجد میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں پہلے رکھے اور یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ - [صحیح مسلم]

صف بندی: نماز میں امام اور مقتدی صفوں کی درستگی کا خاص خیال رکھیں۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سَوُّوْا صُفُوْفُكُمْ فَاِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ اَقَامَةِ الصَّلَاةِ - [صحیح بخاری]

”اپنی صفیں سیدھی کر لو کیوں کہ صفوں کی درستگی نماز کے قائم کرنے میں سے ہے۔“

نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی طرف منہ کر کے تین مرتبہ فرمایا: لوگو! اپنی صفیں سیدھی کرو۔ قسم اللہ کی! اگر تم نے صفیں سیدھی نہ کیں تو اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں اختلاف اور پھوٹ ڈال دے گا۔ پھر تو یہ حالت ہو گئی کہ ہر شخص اپنے ساتھی کے ٹخنے سے ٹخنہ، گھٹنے سے گھٹنا اور کندھے سے کندھا چپکا دیتا تھا۔“ [سنن ابی داؤد]

صفوں کو برابر اور سیدھا کرنے سے مراد ترتیب وار پہلی صفوں کو مکمل کرنا ہے۔ صفوں میں جو فاصلہ یا شکاف ہو اس کو پر کرنا، اس طرح سیدھا اور برابر کھڑا ہونا کہ کسی شخص کا سینہ یا کوئی اور عضو دوسرے نمازی سے آگے بڑھا ہوا نہ ہو۔ اسی طرح جب تک پہلی صف مکمل نہ ہو دوسری صف بنانا درست نہیں۔

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”پہلے اوّل صف کو پورا کرو پھر اس کو جو پہلی کے نزدیک ہے۔“ [سنن ابی داؤد]

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نماز پڑھانے کے لیے

کھڑے ہوئے، میں آیا اور آپ ﷺ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا، آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور پیچھے سے پھیر کر اپنے دائیں جانب کھڑا کر لیا، پھر جابر بن صخر رضی اللہ عنہ آئے اور رسول اللہ ﷺ کی بائیں جانب کھڑے ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ہم دونوں کو ہاتھ سے پکڑ کر پیچھے ہٹا دیا اور ہم آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔“ [صحیح مسلم]

صف میں اگر کسی نمازی کے نکلنے کی وجہ سے کوئی خلا پیدا ہو جائے تو اس کو پر کرنے پر نبی ﷺ نے یہ بشارت دی:

مَنْ سَدَّ فُرْجَةَ رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً وَبَنَى لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ - [معجم الطبرانی]

”جو شخص صف میں واقع خلا کو پر کرے اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند فرمائے گا اور اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔“

اس کا طریقہ یہ ہے کہ کچھلی صف سے ایک شخص اگلی صف میں ہونے والے خلا کو پر کرے یا خلا کی دائیں اور بائیں جانب سے فوری طور پر ایک شخص صف کو پر کر دے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”صفوں کو قائم کرو، کندھے کو برابر کرو، ان جگہوں کو پر کرو جو خالی رہ جائیں، اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ اور صفوں کے اندر شیطان کے لیے جگہیں نہ چھوڑو، جو شخص صف کو ملائے گا اللہ تعالیٰ بھی اسے ملائے گا اور جو صف کو کاٹے گا اللہ تعالیٰ بھی اس کو کاٹے گا۔“ [سنن ابی داؤد]

امامت کا اہل: ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قوم کی امامت وہ شخص کرے جو قرآن زیادہ جانتا ہو، اگر قرآن میں برابر ہوں تو جو سنت زیادہ جانتا ہو اگر سنت میں سب برابر ہوں تو جس نے پہلے ہجرت کی ہو۔ اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں تو جو اسلام پہلے لایا اور کوئی شخص کسی کی جگہ جا کر (بلا اجازت) امامت نہ کرائے اور نہ کسی کے گھر میں صاحب خانہ کی مسند پر اس کی اجازت کے بغیر بیٹھے۔“ [صحیح مسلم]

امامت کی کیفیت: انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ”رسول اللہ ﷺ جیسی بہت بلکی اور بہت کامل نماز میں نے کسی امام کے پیچھے نہیں پڑھی۔“

پڑھنے کی اجازت دی۔ [بحوالہ صحیح بخاری]

جماعت میں عورتوں کی شمولیت:

عورتیں نماز ادا کرنے کے لیے مسجد میں جاسکتی ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللَّهِ مَسَاجِدَ اللَّهِ - [صحیح بخاری]

”اللہ کی بندویوں کو مسجدوں میں جانے سے مت روکو۔“

البتہ وہ سادہ انداز میں آئیں اور خوشبو استعمال نہ کریں۔ آپؐ نے فرمایا: ”عورت خوشبو استعمال کر کے ہمارے ساتھ عشاء کی نماز میں

نہ آئے۔“ [صحیح مسلم]

نیز یہ کہ خواتین مردوں کے برابر صف میں کھڑی نہ ہوں گی کیوں کہ ان کے لیے پسندیدہ صف پچھلی صف ہے۔

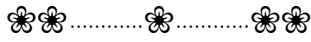
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مردوں کی صفوں میں بہترین پہلی اور بدترین آخری صف ہے اور عورتوں کی صفوں میں بہترین آخری اور بدترین پہلی صف ہے۔“

[سنن ابی داؤد]

اس کے علاوہ صف بنانے اور سیدھا رکھنے کے اعتبار سے خواتین کے لیے بھی وہی اصول ہیں جو مردوں کے لیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام اہل ایمان کو نماز باجماعت کی پابندی کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ [بہ شکر، الہدی، اسلام آباد]



سالانہ سیرت شافع محشر ﷺ کا نفرنس (سمندری)

مرکزی جمعیت اہل حدیث و اہل حدیث یوتھ فورس سمندری کے زیر اہتمام ۴۶ ویں سالانہ عظیم الشان سیرت شافع محشر ﷺ کا نفرنس ۱۲ نومبر ۲۰۰۹ء بروز جمعرات بعد نماز عشاء فاروق اعظم گول چوک سمندری میں منعقد ہو رہی ہے، جس میں ملک کے نامور جید علمائے کرام خطاب فرمائیں گے۔ [انتظامیہ مسجد ہذا]

آپ ﷺ جب بچوں کے رونے کی آواز سنتے تو اس ڈر سے نماز مختصر کر دیتے کہ اس کی ماں کو تکلیف ہوگی۔“ [صحیح بخاری]

امام کی پیروی: مقتدیوں پر لازم ہے کہ امام کی پیروی کریں۔ کیوں کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ ”امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، سو اس کے خلاف نہ کرو، جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر کہو، جب وہ رکوع کرے تو رکوع کرو اور جب وہ سمیع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللہم ربنا وک الحمد کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو اور اگر بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔“

[صحیح مسلم]

نیز فرمایا: ”جو امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے کیا وہ ڈرتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کا سر یا شکل و صورت گدھے کی طرح بنا دیں۔“ [صحیح بخاری و صحیح مسلم]

دیر سے جماعت میں شامل ہونے کا طریقہ: دیر سے جماعت میں شامل ہونے کی صورت میں نیت کر کے اللہ اکبر کہے اور امام کو رکوع، سجدہ، جلسہ یا قیام جس حالت میں بھی پائے اس کے ساتھ شامل ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم نماز کے لیے آؤ اور ہم سجدہ میں ہوں تو سجدہ کرو اور اسے شمار نہ کرو اور جو رکعت پالے اس نے نماز پالی۔“

[سنن ابی داؤد]

امام کے سلام کے بعد مقتدی رہ جانے والی رکعات پوری کر لے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جتنی رکعات پاؤ پڑھ لو اور جو رہ جائیں ان کو (بعد میں) پورا کر لو۔“ [صحیح مسلم]

مثلاً مغرب کی ایک رکعت پالی ہے تو امام کے سلام پھیرنے تک انتظار کرے اور سلام پھیرے بغیر اٹھ کر چھٹی ہوئی پہلی دو رکعتیں ترتیب سے پڑھ لے۔

نماز باجماعت سے رخصت کی صورتیں:

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کھانے کی موجودگی اور رفع حاجت کے وقت نماز باجماعت واجب نہیں۔ [صحیح مسلم]

سردی اور بارش کی رات میں رسول اللہ ﷺ نے گھروں میں نماز

رشوت کی تعریف اور اس کے بنیادی ارکان

از: عبد اللہ بن عبد المحسن الطریق ترجمہ: مولانا نصیر احمد ملّی

رشوت کا لینا دینا یکساں حرام ہے:

اس نقطہ نظر کے دلائل:

(الف) اس نظریہ کے حاملین نے رشوت لینے کی حرمت پر سابقہ نظریہ کے دلائل سے استدلال کیا ہے۔

(ب) صورت مذکورہ رشوت دینے کی حرمت کے دلائل ان کی نظر میں حسب ذیل ہیں۔

①..... حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد کا عموم ہی اس کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”رشوت لینے اور دینے والے پر خدا کی لعنت ہو۔“ یہ عموم ہر رشوت دینے والے کو شامل کرتا ہے۔

خواہ وہ اپنا حق حاصل کرنے کے لیے رشوت دے، یا ظلم دفع کرنے کے لیے رشوت دے، یا حق کو باطل اور باطل کو حق ثابت کرنے کے لیے رشوت دے۔

②..... مسلمان کے مال کی بابت اصل یہی ہے کہ (غیر شرعی طور پر) اس کا کھانا حرام ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ [النساء: ۲۹]

”یعنی آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر نہ کھایا کرو۔“

صورت مذکورہ میں رشوت لینے والے کو مال دینا ناجائز طور پر مال کھانے میں اس کی مدد کرنے کے مترادف ہے۔ اور ناجائز اور غیر شرعی طریقہ پر اس کا مال کھانا اس کی بربادی کا پیش خیمہ ہے۔ اور یہ امر مسلم ہے کہ غیر شرعی طریقہ پر مال کو برباد کرنا بذات خود حرام ہے۔ لہذا اس صورت میں رشوت دینے والے کا دینا بھی فعل حرام ہوگا۔

③..... حرمت کے اس ضابطہ میں دینے والا بھی شریک کار ہوگا۔ اگر اس نے اس لیے رشوت دی ہے کہ اگر وہ حق پر ہے تو حکم خداوندی کو

پالے تب بھی اس کا یہ دینا حلال نہیں ہوگا، اس لیے کہ یہ دیا گیا مال ایک ایسے واجب فعل کے عوض میں دیا گیا جس کو بر ملا انجام دینا خود اللہ نے اس حاکم پر فرض کر رکھا ہے۔ اگر اس نے اپنی اس ذمہ داری کو کھلم کھلا انجام نہیں دیا، اور اس کے عوض کچھ مال لے لیا تو اس کی وجہ سے وہ ضرور گنہگار ہوگا۔ [نیل الاوطار، ج: ۸، ص: ۲۷۷ (قدرے تصرف کے ساتھ۔)]

لہذا اس کا دینا حرام ہوگا، کیوں کہ دینے والے کی یہ حرکت حاکم کو گناہ کے گڑھے میں گرا دیتی ہے۔ [سبل السلام، ج: ۴، ص: ۱۶۷]

علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ حق کے طلب گار کا حاکم کو رشوت دینا کسی خصوصی دلیل کی وجہ سے جائز کیا گیا ہے، جب کہ حق تو یہ ہے کہ رشوت دینا مطلقاً حرام ہے اب جس کسی کے پاس کسی صورت میں جواز کی کوئی دلیل ہو اور لائق قبول ہو۔ تو ٹھیک ورنہ وہ دلیل اسی کو رد کر دی جائے گی۔ [نیل الاوطار، ج: ۸، ص: ۲۷۷۔ المسؤولية الجنائية في الفقه الاسلامي لبهنسي، ص: ۷۷]

اور اوپر مذکور دلیلیں اس حدیث کی تخصیص بنتی ہیں کہ ”رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے پر خدا کی لعنت ہو۔“ اور اگر غیر شرعی طریقہ پر مال کی بربادی سے اس کی حرمت لازم آتی ہے۔ تو جو مال قیدیوں کی رہائی کے لیے خرچ کیا جائے گا وہ بھی باطل طریقہ سے برباد کیے جانے کی تعریف میں آئے گا۔ لیکن اس کے باوجود اس کا خرچ کرنا جائز ہے تا کہ قیدی چھوٹ جائے۔ لہذا حق کو چھڑانے اور باطل کی قید سے رہا کرنے کے لیے بھی اگر کچھ خرچ کیا جائے، یا ظلم و ضرر کو دفع کرنے کے لیے خرچ کیا جائے تو اس کی اجازت ہونی چاہیے، اور رہی یہ بات کہ مذکورہ طریقہ سے حاکم یا رشوت لینے والے کو گنہگار کرنا لازم آتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس نے خود اپنے لیے رشوت لینا اختیار کیا اس کا قصد ارادہ خود اس کے اندر شامل ہے۔ پھر ایک آدمی جس نے اپنے لیے

گناہ کو پسند کیا اس کے مقابلہ میں حق کی وصول یابی اور ظلم کا دفعیہ کہیں زیادہ بہتر اور بدرجہا اولیٰ ہے۔

اس بنیاد پر راقم السطور کے نزدیک پہلی رائے ترجیح کے لائق ہے یعنی یہ کہ رشوت کی اس قسم پر حرمت کا وہ حکم عائد نہیں ہوگا جو رشوت کی دوسری صورتوں کے لیے شرعی طور پر نافذ ہے۔

مسئلہ:

جو شخص منصب قضا کے لیے نامزد ہوا کیا وہ اس منصب پر فائز ہونے کے لیے رشوت دے سکتا ہے۔

علامہ ابن عابدین نے ”صاحب البحر“ کے اس قول کو نقل کیا ہے کہ ”جو شخص منصب قضا کے لیے نام آیا، لیکن اس منصب پر فائز ہونے کے لیے اسے روپیہ دینا ہوگا۔ تو آیا اس غرض کے لیے وہ روپیہ خرچ کرے یا نہیں؟ اس بارے میں کوئی صریح حکم میری نظر سے نہیں گزرا۔ لیکن ہونا تو یہی چاہیے کہ مال خرچ کرنا اس کے لیے حلال ہو، جیسا کہ منصب قضا طلب کرنا حلال ہے۔“

صاحب البحر کی اس رائے پر تنقید کرتے ہوئے صاحب نہر نے لکھا ہے، لیکن صاحب البحر نے جو یہ لکھا ہے کہ رشوت دے کر منصب قضا پر فائز ہونے والا قاضی نہیں کہلا سکتا، ان کے اس قول سے اوپر کے قول (قضا کے لیے مال خرچ کرنا حلال ہے) کی آپ سے آپ تردید ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ سچ تو یہ ہے کہ جب اس نے قضا کا منصب طلب کیا (اور نہ ملا) تو سوال کرنے کی ضروری اور بھاری ذمہ داری سے وہ سبک دوش ہو گیا اور جب بادشاہ نے اسے ذمہ داری نہیں سونپی تو وہ آپ گنہگار ہوگا۔ اس لیے جب سلطان لائق ترین کو اس منصب پر فائز نہ کرے اور کسی نالائق کو اس گدی پر بٹھا دے۔ تو سلطان، اللہ اس کے رسول اور جماعت مسلمین کے سامنے خیانت کا مرتکب ہوگا، اور جب یہی سلطان نامزد قاضی کو منصب قضا پر فائز نہ ہونے دے، اور اسے روک کر کسی اور نامزد کرے، تو نامزد کے لیے ہرگز یہ ضروری نہیں ہوگا کہ وہ رشوت دے کر اس منصب پر فائز ہو۔ لہذا اس صورت میں رشوت دینا اس کے لیے کیسے حلال ہو سکتا ہے؟

[رد المختار علی الدر المختار، ج: ۴، ص: ۳۰۶]

چوتھا مطلب کسی منصب یا ملازمت کے حصول کے لیے رشوت دینا:

سچے، امانت دار، ثابت قدم، مقتدر اور بے نیاز افراد کو سرکاری کاموں کی ذمہ داری سونپنا اہم دینی فریضہ ہے، جس کو ہماری عالی مرتبت پاکیزہ شریعت اپنی بلند تر تعلیمات کے ذریعہ ہم پر واجب کرتی ہے، اور اس بات کا مطالبہ کرتی ہے کہ ان تمام غلط راستوں کا فوری سد باب کیا جائے جن کی وجہ سے اللہ رب العزت کی حسب نفا اس کے تشریف آئین اور ضابطوں میں رکاوٹ اور بے قاعدگی آتی ہے اور چوں کہ رشوت اسی قماش کا انتہائی گھٹیا اور گرا ہوا طریقہ ہے۔ جس کے ذریعہ پچھلے دروازے سے اعلیٰ عہدوں اور بلند مرتبوں پر نااہل فائز ہوتے ہیں۔ اس لیے اسلام نے رشوت لینے والوں، رشوت دینے والوں اور رشوت کے لیے درمیانی ایجنٹ کا پارٹ انجام دینے والوں کے لیے اسکو حرام ٹھہرایا ہے اور اس کی ذرہ برابر پروا نہ کرنے کے لیے کہا ہے کہ یہ منصب خواہ کوئی ہو اور اس میں شک نہیں کہ منصب جتنا اہم اور بڑا ہوتا ہے اسی کے لحاظ سے گناہ بڑھتا جاتا ہے۔ [البنایہ شرح الہدایہ، ج: ۳، ص: ۲۶۹، رد المختار علی الدر المختار، ج: ۴، ص: ۳۰۴]

اس قسم کی رشوت بھی حرام ہے، اس کی تائید حمایت میں متعدد دلائل موجود ہیں۔

دلائل:

①..... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكُمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ﴾ [النساء: ۵۸]

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں (جب وہ مانگیں تو) ان کے حوالہ کر دیا کرو اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔“

کسی منصب یا ملازمت کے حصول کے لیے رشوت دینا درحقیقت امانت کو نااہلوں کے سپرد کرنے کے مترادف ہے۔ اس سے حکم خداوندی کی مخالفت لازم آتی ہے۔ اس لیے کسی بھی منصب یا ملازمت کو حاصل کرنے کے لیے رشوت دینا حرام ہے۔

②..... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: [السیاسة الشرعية لابن تیمیہ، ص: ۱۲۰]

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا
أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ [الأنفال: ۲۷]

”اے ایمان والو! نہ تو اللہ و رسول کی امانت میں خیانت کرو،
اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو، اور تم (خیانت کے وبال
سے) واقف ہو۔“

کسی منصب یا ملازمت کے حصول کے لیے رشوت دینا اللہ اور
اس کے رسول کے ساتھ خیانت کرنا ہے۔ کیوں کہ رشوت لے کر وہ شخص
اس منصب پر کسی نااہل کو فائز کرے گا اس طرح اس حالت میں روپیہ
خرچ کرنا عین رشوت ہے جو حرام ہے۔

⑤..... ابن عدی، عقیلی اور حاکم نے نقل کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ
نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ قَلَّدَ إِنْسَانًا عَمَلًا وَفِي رَعِيَّتِهِ مَنْ هُوَ أَوْلَى مِنْهُ
فَقَدْ خَانَ اللَّهَ تَعَالَى وَرَسُولَهُ وَجَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ))
”جس نے کسی شخص کو کوئی کام سونپا، اور اس کے ماتحتوں میں
کوئی ایسا ہے جو اس سے زیادہ لائق ترین اور اہل ہے۔ تو اس
شخص نے اللہ رب العزت اس کے رسول اور عام مسلمانوں
سے خیانت کی۔“

ان کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ

((وَمَنْ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلَى عَصَابَةٍ وَفِي تِلْكَ
الْعَصَابَةِ مَنْ هُوَ أَرْضَى لِلَّهِ فَقَدْ خَانَ اللَّهَ تَعَالَى
وَرَسُولَهُ وَجَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ))

”جس نے کسی شخص کو کسی جماعت پر کار گزار بنایا، اور اس
جماعت میں ایسا کوئی شخص موجود ہے جو خدا کی خوشنودی کو
زیادہ چاہتا ہے، تو وہ اللہ کے ساتھ اس کے رسول کے ساتھ اور
جماعت مسلمین کے ساتھ خیانت کا مرتکب ہوگا۔“

[رد المختار علی الدر المختار، ج: ۴، ص: ۳۰۴]

⑥..... ابویعلیٰ نے حضرت حذیفہ سے مرفوع سند کے ساتھ یہ
روایت کی ہے کہ

((أَيُّمَا رَجُلٍ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلَى عَشْرَةِ أَنْفُسٍ

وَعَلِمَ أَنَّ فِي الْعَشْرَةِ مَنْ هُوَ أَفْضَلُ مِنْهُ فَقَدْ غَشَّ
اللَّهَ تَعَالَى وَرَسُولَهُ وَجَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ)) [الدراية

تخریج احادیث الهدایہ، ج: ۲، ص: ۱۶۵]

”جس شخص نے دس آدمیوں پر کسی شخص کو کار گزار بنایا، اور
اسے معلوم ہے کہ اس گروہ میں اس سے بہتر بھی کوئی شخص ہے تو
وہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور جماعت مسلمین کے ساتھ
خیانت کا مرتکب ہوگا۔“

منصب یا کسی کام کو حاصل کرنے کے لیے رشوت دینا اس منصب
یا اس کام کو نااہلوں کے حوالہ کرنا ہے اور کسی کام کو نااہل کے حوالے کرنا
اور اس کے رسول کے ساتھ دھوکا دہی اور فریب کے مصداق ہے اور یہ
حرام ہے۔ اس لیے منصب یا کام کے حصول کے لیے مال خرچ کرنا
حرام رشوت میں داخل ہے۔

⑤..... امام بخاری رحمہ اللہ [مسلم نے بھی اس کے مطابق روایت
کی ہے۔] نے حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے
کہا میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے:

((مَا مِنْ وَّالٍ يَلِي رَعِيَّةً مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَيَمُوتُ وَهُوَ
غَاشٍ لَهُمْ إِلَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ))

”ہر وہ والی جو مسلمانوں کی جماعت کی نگہداشت کرتا ہے، اگر وہ
اس حال میں مرے کہ اس نے لوگوں کے ساتھ فریب کیا ہو تو اللہ
تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کر دیتا ہے۔“ [فتح الباری شرح صحیح

البخاری: ۱۶ / ۲۶۴ - السياسة الشرعية لابن تيمية، ص: ۱۴]

امت مسلمہ کو دھوکا دینا حرام ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے اس
امت کو دھوکا دینے والوں کو جنت سے محرومی کی وعید سنائی ہے۔ اور نااہل
کو کسی منصب پر فائز کرنا امت کو دھوکا دینے کے مترادف ہے۔ کیوں کہ
ایسا کرنے والا امت کی مصلحت اور اس کے مفاد کو نظر انداز کرنے والا
ہے، اس لیے یہ فعل حرام ہوگا اور جو اس قسم کے فعل کا باعث ہوگا، وہ بھی
حرام ہوگا۔

⑥..... حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، فرماتے ہیں کہ

((مَنْ وُلِّيَ مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ شَيْئًا فَوَلَّى رَجُلًا

لِمُؤَكَّدَةٍ أَوْ قَرَابَةٍ بَيْنَهُمَا فَقَدْ خَانَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ
وَالْمُسْلِمِينَ)) [السياسة الشرعية لابن تيمية،
ص: ۱۰۔ تعريب السياسة الشرعية في حقوق الراعي
وسعادة الرعية، ص: ۱۵]

”جو شخص مسلمانوں کے کسی کام کا والی ہوا، پھر اس نے کسی شخص
کو باہم دوستی یا رشتہ داری کی بنیاد پر کسی منصب پر فائز کیا تو اس
نے اللہ اس کے رسول اور عام مسلمانوں کے ساتھ خیانت کی۔“

باہم دوستی یا قرابت داری کی بنیاد پر کسی کو کوئی منصب دینا ایسی
خیانت ہے، جس کی حرمت ثابت ہے اور اگر رشوت دے کر یہ منصب دیا
گیا تو بدرجہ اولیٰ یہ فعل حرام ہوگا اور جس طرح رشوت لینے والا حرام کا
مرتکب ہوگا رشوت دینے والا بھی فعل حرام کا مرتکب ہوگا۔ کیوں کہ اسی
رشوت دینے سے اس کو منصب ملا ہے جب کہ وہ اس کا اہل بھی نہیں تھا۔
(۵)..... صحیح بخاری اور مسلم میں حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد منقول
ہے کہ ”کچھ لوگ آپ کے پاس آئے اور کوئی منصب چاہا، آپ نے ان
کے جواب میں فرمایا: ہم اپنے امور کی ذمہ داری کسی ایسے شخص کے سپرد
نہیں کرتے جو اس ذمہ داری کو طلب کرتا ہو۔“

[السياسة الشرعية لابن تيمية، ص: ۱۱]

یہ حدیث صاف بتاتی ہے کہ منصب اور مقام کسی ایسے کے حوالے
نہ کیا جائے جو اس کا طلب گار ہو۔ اور جب یہ امر مسلم ہے تو رشوت لے کر
مقام یا منصب کو کسی کے حوالہ کرنا بدرجہ اولیٰ ناجائز اور حد درجہ برا ہوگا۔
(۸)..... امام مسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ
حضور ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّهَا أَمَانَةٌ وَأَنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِزْبِي وَنَدَامَةٌ إِلَّا مَنْ
أَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَأَدَّى الدِّيْنَ عَلَيْهِ فِيهَا)) [السياسة
الشرعية لابن تيمية، ص: ۱۴]

”یہ (منصب) ایک امانت ہے، اور یہی چیز قیامت کے دن
رسوائی اور ندامت کا باعث ہوگی، اور رسوائی سے محفوظ وہی
رہے گا جس نے اس کو سچائی کے ساتھ کیا ہوگا اور اس کا پورا پورا

حق ادا کیا ہوگا۔“

رشوت دے کر والی یا کارگزار بننا ناحق مرتبہ حاصل کرنے کے
مترادف ہے، اور ناحق مرتبہ حاصل کرنا رسوائی اور ندامت کے گڑھے
میں اپنے آپ کو گرا دینا ہے۔ اور یہ بات واضح ہے کہ ندامت اور ذلت
کسی اہم اور حرام کام میں پڑ جانے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ لہذا اس
صورت میں رشوت لینا بھی حرام ہوگا۔

(۹)..... امام بخاری رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے
وہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا ضُبِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ))

”جب امانت ضائع کی جانے لگے، تو قیامت کا انتظار کرو۔“
قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا إِضَاعَتُهَا؟ قَالَ: ((إِذَا وَسَدَ
الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ)) [السياسة

الشرعية لابن تيمية، ص: ۱۴]

”عرض کیا گیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! امانت کا ضائع کرنا
کیوں کر ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی کام نااہلوں
کے سپرد کیا جائے (تو یہ امانت کا ضائع کرنا ہے) اس وقت تم
قیامت کا انتظار کرو۔“

حضور اکرم ﷺ نے منصب اور ذمہ داری نااہل کے حوالے
کرنے کو امانت کی بربادی سے تعبیر کیا ہے اور امانت کو برباد کرنا حرام
ہے۔ اور رشوت دینے والوں کو کام سونپنا نااہلوں کو ذمہ داری دینا ہے۔
کیوں کہ اکثر یہی ہوتا ہے کہ رشوت دینے والے ہی نااہل اور بر خود غلط
ہوتے ہیں۔ لہذا کام ان کے حوالے کرنا امانت میں خیانت کے مصداق
ہوگا، اور یہ حرام ہے۔ لہذا رشوت دینا بھی حرام ہوگا۔

(۱۰)..... اس بات پر اجماع ہے کہ حق دار اور اہلیت رکھنے والوں کو
ذمہ داری سونپی جائے اور رشوت دینے والوں کو ذمہ داری دینا کام کو نااہلوں
کے حوالے کرنا ہے اور یہ فعل اجماع کے خلاف ہوگا۔ لہذا منصب یا کسی ذمہ
داری کے حصول کے لیے رشوت دینا بھی ناجائز ہوگا۔ [جاری ہے]



مہکتے پھول

شیخ عمر فاروق

(ا)..... اسلام کی عالمگیر تعلیمات:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ، وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾
”جو کام نیکی اور پرہیزگاری کے ہیں اُن میں سب سے تعاون کرو اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں اُن میں کسی سے تعاون نہ کرو۔ اللہ سے ڈرتے رہو (یا درکھو! مجرمین کے لیے) اللہ کا

عذاب بہت سخت ہے۔“ [المائدہ: ۲۰]

الفاظ: ”الْبِرُّ“ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

”الْبِرُّ“ یہ بَحْو کی ضد ہے (اور اس کے معنی خشکی کے ہیں) پھر معنی میں وسعت کے اعتبار سے البر کا لفظ البر سے لیا گیا ہے جس کے معنی وسیع پیمانہ پر نیکی کرنا کے ہیں۔ اس لفظ کی نسبت کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے جیسے قرآن حکیم میں آتا ہے:

﴿إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ﴾ [الطور: ۵۲: ۲۸]

”بلاشبہ وہ بڑا ہی محسن اور رحیم ہے (اُس کے احسانات اور انعامات کا بھلا کون اندازہ کر سکتا ہے۔)“

اور کبھی اس کی نسبت بندے کی طرف ہوتی ہے جیسے کہا جاتا ہے: بَرُّ الْعَبْدِ رَبَّهُ۔

یعنی بندے نے اپنے رب کی خوب اطاعت کی، چنانچہ جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے معنی ثواب عطا کرنے کے ہوتے ہیں اور جب بندے کی طرف منسوب ہو تو اس کا مفہوم اطاعت اور فرماں برداری کے ہوتے ہیں۔

”الْبِرُّ“ نیکی و قسم پر ہے..... اعتقادی اور عملی

اس آیت پر غور کیجیے:

﴿لَيْسَ الْبِرُّ أَنْ تُولُوكُوا وَجُوهَكُمْ..... وَأُولَئِكَ هُمُ

الْمُتَّقُونَ﴾ [البقرة: ۱۷۷]

یہ طویل آئیہ کریمہ دونوں قسم کی نیکی کے بیان پر مشتمل ہے (کیوں کہ اس میں ایمان اور عمل دونوں کا بیان ہے) اسی بنا پر جب رسول اللہ ﷺ سے برکی تفسیر دریافت کی گئی تو آپ ﷺ نے جواباً یہی آیت تلاوت فرمائی۔ [مفردات القرآن]

(ب)..... ”تقویٰ“:

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

”تقویٰ“ اصل میں وقوی ہے۔ عربی زبان میں اس کے لغوی معنی ”بچنے، پرہیز کرنے اور لحاظ کرنے“ کے ہیں۔ لیکن وحی محمدی ﷺ کی اصطلاح میں یہ دل کی اُس کیفیت کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہمیشہ حاضر و ناظر ہونے کا یقین پیدا کر کے دل میں خیر و شر کی تمیز کی خلش اور خیر کی طرف رغبت اور شر سے نفرت پیدا کر دیتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ وہ ضمیر کے اُس احساس کا نام ہے جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق عمل کرنے کی شدید رغبت اور اُس کی مخالفت سے شدید نفرت پیدا ہوتی ہے اور اس کا مرکز دل سے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کے مجمع میں ارشاد فرمایا:

”اَلتَّقْوَىٰ هِهْنًا“ اور یہ کہہ کر دل کی طرف اشارہ فرمایا جس سے بلائیںک و شبہ یہ واضح ہو جاتا ہے کہ تقویٰ دل کی پاکیزہ ترین اور اعلیٰ ترین کیفیت کا نام ہے جو تمام نیکیوں کی محرک ہے اور وہی مذہب کی جان اور دین داری کی روح ہے۔ یہی سبب ہے کہ وہ قرآن حکیم کی راہنمائی کی غایت، ساری ربانی عبادتوں کا مقصد اور تمام اخلاقی تعلیمات کا حاصل قرار پایا۔ [سیرت النبی ﷺ، ج: ۵]

(ج).....”الاثم“:

وہ اعمال و افعال جو ثواب سے روکنے اور پیچھے رکھنے والے ہوں جیسا کہ قرآن حکیم میں آتا ہے:

﴿قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنْفَعٌ لِلنَّاسِ﴾ [البقرة ۲: ۲۱۹]

(اس آیت میں خمر اور میسر (شراب اور جوئے) کے یہ معنی ہیں) کہ اُن کا تناول (اور ارتکاب) انسان کو ہر قسم کے افعالِ خیر سے روک لیتا ہے۔ [مفردات القرآن]

(د).....”العدوان“:

اس لفظ کا مادہ (ع د و) ہے۔ اَلْعُدُوُّ کے معنی حد سے بڑھنے کے ہیں اور اس میں ہم آہنگی نہ پایا جاتا ہے۔ اگر اس کا تعلق دل کی کیفیت سے ہو تو یہ عداوۃ (دشمنی) کہلاتی ہے اور اگر رفتار سے ہو تو اسے عُدُو (تیز رفتاری) کہا جاتا ہے۔ اور اگر عدل و انصاف میں خلل اندازی کی صورت میں ہو (یعنی ظلم و زیادتی سے) تو اسے عُدُو ان کا نام دیا جاتا ہے۔ عُدُو ان دو معنوں میں استعمال ہوا، اس کا پہلا معنی جیسا کہ ارشاد ہوا:

﴿فَلَا عُدُوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ﴾ [البقرة ۲: ۱۹۳]

”پھر اگر تمہارے دشمن لڑنے سے باز آ جائیں (تو جان لو کہ ظالموں کے سوا اور کسی پر دست درازی روا نہیں) یہاں پر عدوان کے معنی ”السبیل“ جائز اور روا ہونے کے ہیں۔“ اور دوسرے معنی ظلم اور زیادتی کے ہیں جیسا کہ ارشاد ہوا:

﴿وَلَا تَعَاوُنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدُوَانَ﴾

”اور جو ظلم اور کے کام ہیں اُن میں کسی سے تعاون نہ کرو۔“

حکمت و بصیرت:

اس آیت مبارکہ میں حکمت و بصیرت کی کئی باتیں سامنے آتی ہیں اور اس سے اسلام کی عظمت اور شان جھلکتی ہے۔

①..... مسلمانوں کو ہدایت کی جارہی ہے کہ وہ نیکی اور پرہیزگاری کی بات جہاں کہیں بھی دیکھیں اُس کا ساتھ دیں۔ یہ اپنی قوم اور برادری کے لوگ ہوں یا غیر قوم اور برادری کے لوگ۔ اس اصول نے ہر قسم کے

تعصب اور بے جا حمایت کو مٹا دیا ہے۔ ہاں گناہ اور زیادتی کے کام ہوں تو ان میں کسی سے تعاون نہ کرو خواہ وہ اپنی قوم اور برادری کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں۔

②..... قرآن حکیم نے عدل و انصاف کے بارے میں بھی یہی روش اختیار کی ہے کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں عدل و انصاف سے باز نہ رکھے۔ اُن کے ساتھ بھی حق و صداقت کا معاملہ کرو، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نیکی اور تقویٰ قائم کرنے کے لیے پیدا کیا ہے نہ کہ ظلم و ستم کو فروغ دینے کے لیے۔

③..... مندرجہ بالا آیت مبارکہ اسلامی حکومت کو بھی بہت سے قوانین میں سے اساسی اور بنیادی اصول فراہم کرتی ہے۔ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر جہاں ضرورت ہو اُس کی حمایت کی جائے اور جہاں ضرورت ہو مذمت کی جائے۔

④..... عدالت میں شہادت دینے والوں کے لیے بھی اس میں تعلیم دی جا رہی ہے کہ وہ سچی گواہی دیں اور جھوٹی گواہی سے بچیں۔ یہی لوگوں کو عدل فراہم کرنے کا سیدھا اور سچا راستہ ہے۔ اس طرح ظلم و ستم کا سد باب ہوتا ہے اور معاشرتی زندگی سکون اور سلامتی سے ہمکنار ہو جاتی ہے۔

⑤..... جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام کو نظر انداز کرتے ہیں اور گناہ کے کاموں میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب کے لیے خود کو تیار کر لینا چاہیے۔

﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾

فنا میں بقا ہے:

مولانا سید محمد میاں رحمہ اللہ دہلوی رقم طراز ہیں:

دو کلمے ہیں ”سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ“ زبان نے حرکت کی اور یہ کلمے (بول) سنے گئے۔ حرکت ختم ہو گئی، آواز بھی ختم ہو گئی۔ مگر کیا الفاظ بھی ختم ہو گئے جو زبان سے صادر ہوئے تھے۔

پوری دنیا ہمیشہ اسی فریب میں مبتلا رہی ہے کہ یہ الفاظ ختم ہو گئے۔ فلاسفہ اور منطقی حضرات اپنی چمکتی ہوئی دلیلوں سے یہی ثابت کرتے

اپنے کسی قول و فعل سے انکار کریں تو ممکن ہے کہ ہمارے اعضا کا یہ مخفی ریکارڈ دعتہً نبجنے لگے اور ہمارا پول کھول دے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا كُنْتُمْ تَسْتَشِيرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ وَلَكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِمَّا تَعْمَلُونَ ۚ وَذَلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرَدْتُمْ فَأَصْبَحْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ [حم السجدة ۴۱: ۲۳، ۲۴]

”(لوگو!) تم دنیا میں جرائم کرتے وقت جب چھپتے تھے تو تمہیں یہ خیال نہ تھا کہ کبھی تمہارے اپنے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہارے جسم کی کھالیں تم پر گواہی دیں گی..... بلکہ تم نے یہ سمجھا تھا کہ تمہارے بہت سے اعمال کی اللہ کو بھی خبر نہیں ہے۔ تمہارا یہی گمان جو تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا تھا، تمہیں لے ڈوبا اور اسی کی بدولت تم خسارے میں پڑ گئے۔“

معلوم ہوا نہ تو انسان کے زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ضائع ہوتے ہیں اور نہ ہی اعمال۔ قرآن اعلان کرتا ہے:

﴿مَا يَلْفُظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾ [ق ۵۰: ۱۸]

” (انسان کی زبان سے) کوئی لفظ نہیں نکلتا مگر اُسے محفوظ کرنے کے لیے ایک حاضر باش نگران (کاتب فرشتہ) موجود ہوتا ہے۔“

﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۚ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾ [الزلزال ۹۳: ۸۰۷]

”پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اُس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی وہ اُسے پا لے گا۔“

حقیقی نماز..... راحت قلب اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہے۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

نماز کی حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اسے بہ کمال خشوع و خضوع اور حضور قلب کے ساتھ ادا کرے اور اپنے تن من، قلب و قالب سمیت متوجہ الی اللہ ہو جائے، تو وہ اُس کی بدیوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور ایسا شخص جب نماز سے فارغ ہوتا ہے تو اپنی طبیعت میں سکون و سرور پاتا

رہے کہ الفاظ اعراض ہیں جن کی اپنی کوئی ہستی نہیں ہوتی۔ کسی دوسری چیز کے سہارے ان کا نمائشی وجود ہوتا ہے جو آفاقاً ختم ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

”سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَآنِ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ۔“

”سبحان اللہ اور الحمد للہ اس تمام فضا کو پر کر دیتے ہیں جو آسمان اور زمین کے بیچ میں ہے۔“

یہ ایک ایسی ہستی کا اعلامیہ تھا جو کائنات کا حقیقت شناس ہے اور ہم اُس کو رسول برحق مانتے ہیں۔ مگر ہماری فلسفہ زدہ شکی طبیعت اس ارشاد کی تاویل و توجیہ کرتی رہی اور کبھی ایسا بھی ہوا کہ یہ حدیث پڑھتے ہوئے ہمیں جھجک ہوئی کہ محققین فلسفہ و سائنس ہمیں اوہام پرست کہیں گے۔ (معاذ اللہ)

بیسویں صدی کے سائنس دانوں کو اللہ ہدایت نصیب کرے۔ انہوں نے خود اپنے اماموں اور پرانے استادوں ”فلاسفہ قدیم“ کی تردید کی۔ سات سمندر پار امریکا کی راجدھانی واشنگٹن سے ایک شخص ریڈیو پر بولتا ہے۔ دنیا کے ہر گوشے سے اُس کے الفاظ سن لیے جاتے ہیں۔ کیا بولنے والے کے الفاظ ختم ہو گئے تھے، فنا ہو گئے تھے، اگر فنا ہو گئے تھے تو یہ فضا اُن الفاظ سے کیسے بھر گئی؟ یا بجلی کی لہروں نے ان الفاظ کو دنیا کے ہر گوشے میں کس طرح پہنچا دیا اگر یہ ختم اور فنا ہو گئے تھے؟ تقریر کرنے والے یا بولنے والے کے قریب آپ نے چھوٹا سا آلہ رکھ دیا، آپ کی تمام تقریر اور تمام گفتگو (بلکہ آپ کے گہرے سانس بھی) ریکارڈ ہو رہے ہیں۔ تقریر کرنے والے کی وفات ہو گئی مگر اُس کی تقریر کا یہ ریکارڈ موجود ہے جب چاہیں آپ سن سکتے ہیں۔ کیا عجب ہے اس طرح کی کوئی قوت اللہ تعالیٰ نے خود ہماری آنکھ، ناک اور ہماری جلد اور بدن کے حصہ میں رکھ دی ہو اور نہ رکھ دی ہوتی تو ہم باہر بھی اس کا ادراک کیسے کر سکتے ہیں؟ جب کہ ہم میں اس کیفیت کا شعور ہی نہ ہوتا، اس لیے ضروری ہے کہ ہم میں یہ کیفیت ہو۔

پس جب ہم میدانِ حشر میں داوڑِ حشر (اللہ تعالیٰ) کی عدالت میں

ہے، راحت و آرام محسوس کرتا ہے۔ اُسے اس بات کی تمنا ہوتی ہے کاش! وہ نماز سے کبھی فارغ نہ ہوتا۔ کیوں کہ وہ نماز کیا تھی..... اُس کی آنکھوں کی ٹھنڈک، روح کی تسکین، دل کا سرور اور دنیا میں ہی اُس کے لیے جنت اور آرام..... یہی وہ شخص ہے کہ جب تک نماز سے باہر رہتا ہے ماہی بے آب کی طرح تڑپتا اور بے چین رہتا ہے یا وہ قید خانے میں تنگی اور مصیبت میں پڑا ہوتا ہے۔ اُسے اس پریشانی اور تکلیف سے دوبارہ راحت اور آسانی پھر سے نماز میں داخل ہونے سے ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے یوں کہتے ہیں:

”نُصَلِّيْ فَنَسْتَرِيْحُ بِصَلَاتِنَا۔“

”آؤ نماز پڑھ کر طبیعت خوش کریں۔“

چنانچہ سالارِ انبیاء محمد رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

”يَا بَلَالُ اِرْحُنَا بِالصَّلَاةِ۔“

”اے بلال! (اذان دو) اور ہمیں راحت پہنچاؤ۔“

اور آپ ﷺ یہ ارشاد بھی فرماتے:

”جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلَاةِ۔“

”نماز تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنائی گئی ہے۔“

تو یہ نماز جس ذاتِ گرامی ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو، انہیں اس کے بغیر کیسے صبر آ سکتا ہے؟ اور نماز کے بغیر ان کی آنکھیں کب ٹھنڈی ہو سکتی ہیں؟ کاش کہ دورِ حاضر کے مسلمان اس اہم فریضہ پر غور کر لیں۔ [الوابل الصيب من الكلم الطيب]

نماز میں خشوع و خضوع کیسے پیدا ہو؟

خشوع اور خضوع تقریباً ہم معنی لفظ ہیں۔

خَشَعَ، يَخْشَعُ، خُشُوْعًا، عاجزی دکھانا، انکساری کرنا، آواز کا پست ہونا، نگاہ نیچی کر لینا، خَشَعَ لِرَبِّهِ، رب کے سامنے جھکنا، اظہارِ عجز کرنا۔ خَشَعَ صَوْتُهُ، آواز پست ہو جانا، ہلکی ہو جانا جیسا کہ قرآن حکیم میں آتا ہے:

﴿وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا﴾

[طہ ۲۰: ۱۰۸]

”(روزِ قیامت) آوازیں رحمن کے آگے پست ہو جائیں گی،

ایک سرسراہٹ کے سوا تم کچھ نہ سنو گے۔“

[التقاوس الوحید، مولانا وحید الزمان قاسمی]

خَضَعَ يَخْضَعُ، خَضَعًا وَخُضُوْعًا، جھکنا، فروتن ہونا، عاجزی کرنا، پابند احکام ہونا، تابع ہونا۔ معلوم ہوا کہ نمازوں میں خشوع و خضوع رب کائنات کے حضور انتہائی درجہ کی عجز و انکساری اور اپنی کم مائیگی اور بے بسی کا اظہار ہے اور اُس قادر مطلق سے رہبری اور رہنمائی، اور دین پر استقامت اور استقلال کی طلب ہے۔ خشوع اختیار کرنے والوں کے لیے فوز و فلاح کی ضمانت ہے۔

﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ

خَاشِعُونَ﴾ [المومنون ۲۳: ۲]

”یقیناً فلاح پائی ایمان لانے والوں نے جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔“

طوالت کے خوف سے نمازوں میں خشوع پیدا کرنے کے لیے چند باتیں اختصار کے ساتھ پیش خدمت ہیں:

①..... اللہ تعالیٰ کے احکام پر سنت نبوی ﷺ کے مطابق عمل پیرا ہونا۔ ایمان جس قدر مضبوط ہوگا اُسی قدر خشوع میں اضافہ ہوگا۔

②..... اپنی عبادت میں اخلاص پیدا کرنا۔

﴿فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ [المومن ۴۰: ۱۴]

”(پس اے رجوع کرنے والو!) اللہ ہی کو پکارو اپنے دین کو اُس ہی کے لیے خالص کر کے۔“

③..... جسم و لباس کی مکمل طہارت سے نمازوں کو ادا کرنا۔

﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ النَّوَافِلَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾

[البقرة ۲: ۲۲۲]

”اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے (جو اُس کے حضور) توبہ کرتے رہیں اور پاکیزگی اختیار کریں۔“

④..... نمازوں کو سنت نبوی کے مطابق ٹھہر ٹھہر کر ادا کرنا ارکانِ نماز کو بڑے سکون اور سکینت سے ادا کرنا، نمازوں میں جو پڑھا جائے اُس کو سمجھنا، اس لیے کہ نمازی اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوتا ہے:

”إِنَّ الْمُصَلِّيَّ يُنَاجِي رَبَّهُ“

حدیث مبارک میں اس طرح عبادت کو جذبہ احسان کا نام دیا گیا ہے:

”أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ“

”تم اللہ کی بندگی اس طرح کرو گویا کہ تم اُسے دیکھ رہے ہو یا کم از کم یہ خیال کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔“

⑤..... نماز اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے اور اُس کا حکم ہے:

﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ط﴾ [الاعراف: ۵۵]

”تم اپنے رب سے دعا کیا کرو گڑ گڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے۔“

①..... نمازیں اُسی وقت قبول ہوتی ہیں اور اُن میں خشوع پیدا

ہوتا ہے جب رزقِ حلال کو معاش کا ذریعہ بنایا جائے۔

﴿كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ط﴾

[المؤمنون: ۲۳: ۵۱]

”طیبات کھاؤ اور نیک اعمال اختیار کرو۔“

⑥..... اللہ تعالیٰ کو رغبت (ذوق و شوق) اور خوف (خشوع

و خضوع) سے پکارنا۔

ابراہیم و صالحین کے بارے میں آتا ہے:

﴿إِنَّهُمْ كَانُوا يُسِرُّونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا ط﴾ [الانبیاء: ۹۰]

”یہ لوگ نیکی کاموں میں میں میں دوڑ دھوپ کرتے تھے اور ہمیں رغبت اور خوف کے ساتھ پکارتے تھے۔“

اہل ایمان کی زندگی کیسے گزرتی ہے؟ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے

امیدوار رہتے ہیں اور اُس کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔

﴿يَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ط﴾

[بنی اسرائیل: ۱۷: ۵۷]

”وہ اُس کی رحمت کے امیدوار اُسی کے عذاب سے ڈرتے

بھی رہتے ہیں۔“

پروفیسر عبد الجبار شاہ رحمہ اللہ کی وفات پر تعزیت

گزشتہ دنوں پروفیسر عبد الجبار شاہ مرحوم کی وفات کے سلسلے میں ایک تعزیتی اجلاس جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں علم و عمل کے حوالے سے گفتگو کی گئی اور پروفیسر عبد الجبار شاہ رحمہ اللہ کی خدمات دینیہ، ادب و ثقافت، خطابت و صحافت کو سراہا گیا۔ اس موقع پر پرنسپل جامعہ سلفیہ چوہدری بسین ظفر، شیخ الحدیث مولانا محمد یونس، پروفیسر نجیب اللہ طارق، مفتی عبدالحنان، شیخ الحدیث مولانا عبد العزیز علوی، پروفیسر حافظ مسعود عالم رحمہ اللہ نے پروفیسر صاحب کے حوالے سے سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ شرکائے اجلاس نے فرمایا کہ شاہ صاحب مرحوم بڑے پر عزم و صاحب عزیمت آدمی تھے۔ کتابوں کے شائق، مدبر و مشفق انسان تھے۔ بعد ازاں دعائے مغفرت و بلندی درجات کی گئی۔ اور لواحقین سے تعزیت کا اظہار کیا گیا۔ [ادارہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد]

قاری محمد عثمان (قصور) کی رحلت

جماعت اہل حدیث قصور کے بزرگ قاری، استاذ الاساتذہ والقراء قاری محمد عثمان صاحب ۲۴ اکتوبر ۲۰۰۹ء کو وفات پا گئے، انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم نیک سیرت، کہنہ مشق استاذ اور ایک کاروباری شخصیت تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں کئی طلباء کو قرآن کریم کی تعلیم و ترویج سے آراستہ فرمایا۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ [میاں محمد یوسف آبیٹل سنٹر نیابا بازار قصور]

ضرورت رشتہ

دو شیزہ عمر ۲۵ سال، تعلیم ایم اے اسلامیات، ایم ایس سی، گھریلو و گھڑ، سلیقہ شعار کے لیے برسر روزگار اور مسلک اہل حدیث سے وابستہ ہم پلہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ لڑکے کے والدین رابطہ کریں۔

[رابطہ: 0321-428915 / 0321-4385153]

دعوت اور کھانے کے آداب

غلام مصطفیٰ ظہیر، امن پوری

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا:

”راستوں پر بیٹھنے سے بچو، صحابہ کرام کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ ہم بیٹھ کر (ضروری) باتیں کرتے ہیں۔ تو فرمایا اگر انکار کرو (بیٹھنا ہی ہے) تو راستے کا حق ادا کرو۔ صحابہ عرض گزار ہوئے راستے کا حق کیا ہے؟ فرمایا نگاہیں نیچی رکھو۔ ایذا رساں چیزوں کو راستے سے دور کرو، سلام کا جواب لوٹاؤ، نیکی کا حکم دو، برائی سے روکو۔“ [صحیح بخاری: ۶۲۲۹۔ صحیح مسلم: ۲۱۲۱]

اس فرمان نبوی کے پیش نظر ہمیں اپنا محاسبہ کرنا ہوگا کہ آیا ہم ان پاکیزہ تعلیمات کا کتنا لحاظ کرتے ہیں۔ ہمارا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ گزرگاہوں کو مسدود کر دیا جاتا ہے۔ جس سے راگیروں کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کھوٹے روڈ میں گاڑ دیئے جاتے ہیں، جن سے سڑکیں ٹوٹ پھوٹ جاتی ہیں۔ ڈیک لگا کر شرفاء کو ستایا جاتا ہے۔ مرد و زن کے اختلاط سے حیاباختہ مناظر پیش کیے جاتے ہیں۔ تصویر اتارنا، ناچ گانا، لڈی بھنگڑا اور آتش بازی کا مظاہرہ کر کے قومی املاک کو برباد کیا جاتا ہے۔ ہوائی فائرنگ جس سے کتنی ہلاکتیں واقع ہو جاتی ہیں۔ فحاشی و عریانی عروج پر ہوتی ہے۔ اسراف و تبذیر میں پڑ کر شیطان کے ساتھ بھائی چارہ کا رشتہ قائم کیا جاتا ہے۔ مغربی تہذیب کو اپنایا اور اسلامی تہذیب کو لاکھارا جاتا ہے۔

لہذا! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو مشعل راہ بنالیں!

دوسری بات یہ ہے کہ دعوت مختصر ہو، ایک دو کھانوں پر اکتفا کرنے میں عافیت ہے۔ اس سے آدمی فضول خرچی سے بچ جاتا ہے،

دعوتیں، ضیافتیں اور تقریبات اجتماعی زندگی کا حصہ ہیں۔ اسلام کی نظر میں مسلمانوں کا طیبات پر جمع ہونا مستحسن ہے۔ قبول دعوت سنت اور شعار اسلام ہے۔ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہے کہ وہ اسکی دعوت کو قبول کرے۔

ہمارے ہاں ولیمہ کی دعوت و تقریب میں خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے۔ ان دعوتوں کی اہمیت مندرجہ ذیل احادیث سے عیاں ہوتی ہے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ”جب آپ میں سے کوئی اپنے بھائی کو ولیمہ وغیرہ کی دعوت دے، تو اُسے چاہیے کہ وہ اُسے قبول کرے۔“ [صحیح مسلم: ۱۴۲۹]

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان گرامی ہے:

”بے برکت اور اجر و ثواب سے خالی کھانوں میں سے ولیمہ کا وہ کھانا ہے جس میں امیروں و وزیروں کو تو مدعو کیا جاتا ہے، مساکین و فقراء کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، جو دعوت قبول نہ کرے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان ہے۔“

[صحیح بخاری: ۵۱۷۷۔ صحیح مسلم: ۱۴۳۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”دعوت پر بلایا جائے تو دعوت قبول کرے، اگر حالت روزہ میں ہو تو (برکت کی) دعا دے دے، اگر روزہ دار نہیں تو کھانا کھالے۔“ [صحیح مسلم: ۱۴۳۱]

تاسف ہے کہ مسلمان ان دعوتوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا خون کرتے ہیں۔ کفار کی دیکھا دیکھی کھانے کے شرعی آداب کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا۔ شادی بیاہ کی تقریبات چوکوں، چوراہوں، گلیوں اور سڑکوں پر منعقد کی جاتی ہیں۔ یہ خلاف ادب و تہذیب ہے اور باعث ایذا ہے۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ کھانے کی مجلس میں اگر علماء و فضلاء اور صلحاء موجود ہوں تو وہ پہل کریں۔ ساتھ دوسرے لوگ شریک ہو جائیں۔

اگر بچے ہوں، تو ان کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کریں، علیحدہ کھانا ڈال کر مت دیں۔ اس سے کھانا ضائع ہو جاتا ہے۔ بچے سیر ہو کر کھانا بھی نہیں کھا سکتے۔ اگر کھانے کے شروع میں ”بِسْمِ اللّٰهِ“ پڑھنا بھول گئے، تو یاد آنے پر ”بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلُکَہُ وَآخِرُکَہُ“ پڑھیں۔ [مسند احمد: ۱/۲۰۷، ۲۰۸۔ سنن ابی داؤد: ۳۷۶۷۔ سنن الترمذی: ۱۸۵۸ وقال ”حسن صحیح“۔ مستدرک حاکم: ۱۰۸/۴ وقال ”صحیح الاسناد“ وسندہ صحیح]

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ [۵۲۱۴] اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی ”صحیح“ کہا ہے۔

کھانے کے آداب میں انتہائی ضروری ادب یہ بھی ہے کہ کھانا دائیں ہاتھ سے کھایا جائے، سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”بائیں ہاتھ سے مت کھاؤ، شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے۔“ [صحیح مسلم: ۲۰۱۹]

مسلمانوں کی غفلت کا یہ عالم ہے کہ ان کو پتا نہیں کہ کھانا کون سے ہاتھ سے تناول کرنا ہے، کفار کی تقلید میں بائیں ہاتھ سے کھاتے پیتے نظر آتے ہیں، بلکہ بعض جگہوں میں ایسے سائن بورڈ دیکھے گئے، جن پر بائیں ہاتھ سے کھانا پینا دکھایا گیا ہے۔ یہ اسلامی تعلیمات سے انحراف و اعراض کی دلیل ہے اور اسلامی اقدار کو پامال کرنے کے مترادف ہے۔

بسیار خوری سے بچیں، ضرورت کے مطابق کھانا ڈالیں، طلب ہو تو دوبارہ بھی لیا جاسکتا ہے، جب ضرورت سے زائد کھانا لیا جائے گا تو ضائع ہو جائے گا۔ صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے پائے۔ نبی کریم کا فرمان گرامی ہے: ایک کا کھانا دو کو، دو کا کھانا چار کو، چار کا کھانا آٹھ آدمیوں کو کفایت کرتا ہے۔“ [صحیح مسلم: ۲۰۵۹]

کھانا ضائع کرنا کفرانِ نعمت ہے، اُسے ضائع ہونے سے بچائیے، برتن اچھی طرح صاف کیا جائے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت

اور زیادہ مہمان کھانا کھا سکتے ہیں۔ کھانوں میں تکلفات سے اجتناب برتا جائے۔ دعوت میں امیر و غریب برابر کے شریک ہوں، کوشش کریں کہ نیک اور شریف لوگ آپ کا مال کھائیں۔ اسراف و تبذیر سے مجتنب ہو کر ریا کاری اور دکھاوا کو بالائے طاق رکھ کر سنت نبوی کو پیش نظر رکھ کر لوجہ اللہ دعوت دی جائے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی نصیب ہوگی، باہمی محبت و مودت بڑھے گی۔ ایثار و قربانی کا جذبہ صادقہ پروان چڑھے گا۔

دیکھنے میں آتا ہے کہ مدعوین کھانے پر ٹوٹ پڑتے ہیں، ایک حشر برپا ہوتا ہے، صبر و تحمل اور تہذیب و شرافت کا جنازہ نکل جاتا ہے۔ ہر کوئی دوسرے سے سبقت لے جانے کی ناکام کوشش کرتا ہے۔

چاہیے تو یہ کہ حاضرین باوقار طریقہ سے کھانے کی طرف بڑھیں، دوسروں کو اپنے آپ پر ترجیح دیں، بسم اللہ پڑھ کر کھانا ڈالیں۔

عمر بن ابی سلمہ کو نبی کریم ﷺ نے کھانے کے آداب سے یوں شناسا کیا، ”اے بیٹا! (کھانے کے شروع میں) اللہ کا نام لے یعنی بسم اللہ پڑھ، دائیں ہاتھ سے کھا اور اپنے سامنے سے کھا۔“

[صحیح بخاری: ۵۳۷۶۔ صحیح مسلم: ۲۰۲۲]

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کبھی ہم نبی کریم ﷺ کی معیت میں کھانا کھاتے، تو اس وقت تک کھانے میں ہاتھ نہ ڈالتے، جب تک آپ ﷺ شروع نہ فرماتے۔ ایک مرتبہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ کھانا جمع ہوئے، ایک بچی یوں دوڑتی ہوئی آئی، جیسے اُسے دھکیلا جا رہا ہو۔ آکر اس نے کھانے میں ہاتھ ڈالنا چاہا، رسول کریم ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر ایک دیہاتی نے اس طرح آکر ہاتھ ڈالنا چاہا تو آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا اور فرمایا: اگر کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا جائے تو شیطان اُسے اپنے لیے حلال کر لیتا ہے۔ وہ اس بچی کے ساتھ آیا، تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر اس دیہاتی کے ساتھ آکر اس نے کھانا اپنے لیے حلال کرنا چاہا تو میں نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ شیطان کا ہاتھ بچی کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔“ [صحیح مسلم: ۲۰۱۷]

[۲۸۰ و سندہ حسن]

کھانے کے ساتھ ہاتھ صاف کرنا قبیح عادت ہے۔ کھانا بیٹھ کر کھایا جائے البتہ کھڑے ہو کر کھانا پینا جائز ہے۔
سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ
”نبی کریم ﷺ دو یا تین سانسوں سے پانی پیتے تھے۔“

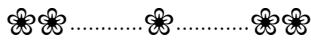
[صحیح بخاری: ۵۶۳۱-صحیح مسلم: ۲۰۲۸]

پانی پیتے وقت برتن میں سانس لینا اور پھونکنا منع ہے۔ [مسند الحمیدی: ۵۲۵-سنن ابی داؤد: ۳۷۲۸-سنن الترمذی: ۸۱۸-سنن ابن ماجہ: ۳۴۲۹ و سندہ صحیح]

کھانے میں عیب مت ٹولیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ
”رسول اللہ ﷺ نے کبھی کھانے میں عیب نہیں نکالا، اگر کوئی چیز اچھی لگتی تو کھا لیتے، اگر نا پسند ہوتی تو ترک کر دیتے تھے۔“

[صحیح بخاری: ۵۴۰۹-صحیح مسلم: ۲۰۶۴]

کھانا کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی تعریف کریں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ جو دعائیں نبی کریم ﷺ نے سکھائی ہیں وہ پڑھیں، کھانا پیش کرنے والوں کے حق میں بھی دعا کریں۔



قرض حسنہ کی درخواست

بندہ اپنی اہلیہ کی بیماری کے باعث بہت مقروض ہو گیا ہے، جن احباب سے قرض لیا تھا وہ تقاضا بھی کر رہے ہیں۔ ادھر میری مالی حالت دگرگوں ہے۔ جماعتی احباب میرے ساتھ تعاون فرمائیں اور قرض حسنہ دے کر عند اللہ ماجور ہوں۔ توفیق خداوندی سے قرض لوٹا دوں گا، ان شاء اللہ
[رابطہ: 0322-8088990 / 0321-4545397]

خطیب کے ضرورت مند

ایک محقق عالم دین اردو پنجابی کے تیس سالہ تجربہ کار خطیب کو صرف خطبہ جمعہ کے لیے جگہ درکار ہے۔
[رابطہ: قاری مدنی، فیصل آباد 0334-6578534]

ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”جب لقمہ گر جائے تو اُسے اٹھالے، اور پونچھ کر کھالے، اس کو شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔ اپنے ہاتھ کو رومال سے نہ پونچھے جب تک انگلیاں چاٹ نہ لے، وہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کون سے حصے میں برکت رکھی گئی ہے۔“

[صحیح مسلم: ۲۰۳۳/۱۳۴]

جب لقمہ اٹھا کر کھانے کا حکم ہے، تو پلیٹ میں کھانا چھوڑ کر ضائع کر دینا کہاں کا ادب ہے؟

حدیث پاک میں تو انگلیاں چاٹنے سے پہلے رومال (ٹشو پیپر) استعمال کرنے کی اجازت نہیں، کہیں انگلیوں کے ساتھ لگا ہوا کھانا ضائع کر کے برکت کو ضائع نہ کر دیں۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جب کوئی کھانا کھائے، تو اپنی انگلیوں کو (رومال، ٹشو پیپر)

سے صاف نہ کرے، یہاں تک کہ وہ انگلیاں خود چاٹ لے یا

دوسرے کو چٹا دے۔“ [صحیح بخاری: ۵۴۵۶، صحیح مسلم: ۱۲۹/۲۰۳۱]

یہ حسن معاشرت کی بے نظیر مثال ہے کہ ایک مسلمان کا دل دوسرے کے بارے میں اتنا صاف ہو کہ اس کی انگلیاں چاٹ کر صاف کرنے میں بھی نفرت و حقارت محسوس نہ کرے۔ جب کھانا ایک ہی جنس کا ہو تو اپنے سامنے سے کھانا چاہیے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

”جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے، تو پیالے (برتن) کے

درمیان سے نہ کھائے، پیالے (برتن) کے کناروں سے کھاؤ۔

کیوں کہ برکت درمیان میں نازل ہوتی ہے۔“

[سنن ابی داؤد: ۷۷۳۷ و سندہ صحیح]

چھوٹے چھوٹے لقمے لیے جائیں، خوب چبا کر کھانا کھایا جائے، منہ بند کر کے چبایا جائے۔ گرم کھانے سے اجتناب برتا جائے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

”بھاپ نکلنے تک کھانا نہ کھایا جائے۔“ [سنن الکبریٰ للبیہقی: ۷/

مولانا تاج محمود بھٹی رحمۃ اللہ علیہ

حکیم مدرّس محمد خاں

فراغت حاصل کی۔

خدمات:

فراغت تعلیم کے بعد اپنی مادر علمی ہی میں بطور مدرس ان کی تقرری عمل میں آئی۔ کچھ عرصے بعد یکم نومبر ۱۹۸۷ء میں تحصیل جڑاں والا کے چک نمبر ۵۴ گ ب کے ہائی اسکول میں بطور معلم عربی متعین ہوئے۔ تبلیغ و اشاعت اسلام کے لیے انہوں نے ساتھ کے ایک گاؤں چٹالہ میں جمعہ اور نماز باجماعت کا سلسلہ جاری کیا۔

۱۹۸۹ء میں ان کا تبادلہ چک نمبر ۴۸۵ گ ب، سمندری میں ہو گیا اور کنجوانی سٹی کی مسجد میں خطبہ جمع دینے لگے جہاں وہ اپنے عہد طالب علمی میں بھی خطبہ دیتے رہتے تھے۔ ایک سال کے بعد قریبی گاؤں ۵۴۲ گ ب بلوآ نہ کی مختصر مگر منظم جماعت اہل حدیث کی دعوت پر وہ اہل وعیال سمیت وہاں مقیم ہو گئے اور امامت و خطابت کا فریضہ انجام دینے لگے۔ پھر تادم واپس یہاں سے وہاں نہیں گئے۔ یہ ۱۹۹۰ء کی بات ہے۔

چک نمبر ۵۴۲ گ ب میں وہ فجر کے بعد درس قرآن دیتے۔ مقامی بچوں کو قرآن مجید پڑھاتے اور پھر بروقت سکول پہنچ جاتے تھے۔ سکول میں وہ اسمبلی میں بھی درس دیتے تھے۔ نیز نماز ظہر کی امامت کے لیے بھی انہی کو مقدم کیا جاتا تھا۔ مغرب کے بعد مسجد میں بچوں کو نماز مسنون اور ادعیہ ماثورہ کی تعلیم دیتے تھے۔

مولانا مرحوم بائیس تیس برس شعبہ تدریس سے وابستہ رہے۔ ان کا اسلوب تدریس حد درجہ دل نشیں تھا۔ سکول میں تدریس اختیار کرنے پر ان کے مربی و محسن قاضی محمد اسلم سیف رحمۃ اللہ علیہ ان سے ناراض ہو گئے تھے۔ لیکن مولانا موصوف کی اپنی مادر علمی سے والہانہ وابستگی کو

نام، ولادت اور مقام ولادت:

مولانا تاج محمود بھٹی بن عبدالوہاب ۱۹۶۳ء میں چک نمبر ۳۶ گ ب ضلع لائل پور (فیصل آباد) کے ایک علمی خانوادے میں پیدا ہوئے۔ ان کا ایک تعارف یہ ہے کہ وہ مورخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی کی حقیقی پھوپھی کے نواسے تھے۔

بچپن:

وہ اوائل عمری ہی میں والدین کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئے تھے۔ ان کی پرورش جناب مولانا قاضی محمد اسلم سیف رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اہلیہ محترمہ سلام اللہ علیہا نے کی تھی۔ کیونکہ وہ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ کے عزیزوں میں سے تھے۔

حصول علم اور اساتذہ:

انہوں نے رسمی تعلیم پرائمری تک اپنے گاؤں کے سکول میں حاصل کی۔ اس کے بعد گاؤں ہی کے مدرسہ رحمانیہ میں داخل ہوئے اور تقریباً دو سال تک مولانا محمد حسن سعید اور قاری محمد ذاکر سے استفادہ کیا۔ قرآن مجید پڑھا، چند سورتیں حفظ کیں اور درس نظامی کی ابتدائی کتب کا درس لیا۔ پھر جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں مسلسل آٹھ سال تک نہایت محنت اور شوق سے علم حاصل کیا۔ یہاں آپ کے اساتذہ تھے:

شیخ الحدیث حافظ محمد بنیامین طور، مولانا محمد علی مسلم، مولانا محمد امین صادق چھتوی، مولانا عبدالرشید حلیم اٹاروی، حافظ مقصود احمد، مولانا عبداللہ مشتاق، سید عبدالخالق شاہ، مولانا محمد اکرم جمیل اور مولانا رفیع الدین فردوسی۔ نیز شہادۃ العالمیہ (وفاق المدارس)، فاضل عربی اور اے ٹی ٹی سی کے امتحانات پاس کیے۔ ۱۹۸۶ء میں سند

دیکھ کر جلد ہی ان کی ناراضی دور اور رنج کا فور ہو گیا تھا۔ مولانا ہر سال رمضان المبارک میں رخصت لے کر منڈی بہاؤ الدین، حافظ آباد اور وزیر آباد وغیرہ علاقوں کا دورہ کرتے اور جامعہ تعلیم الاسلام کے لیے فراہمی زر کا فریضہ انجام دیتے۔ وہ اپنی مادر علمی کے بے لوث اور مخلص خادم تھے۔

انہوں نے بعض دینی ولی تحریکوں میں بھی اپنے علاقے سے بھرپور کردار ادا کیا۔ قاضی محمد اسلم سیف رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”سیاسیات برصغیر میں اہل حدیث کا حصہ“ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

اخلاق، عادات اور کردار:

مولانا مرحوم نہایت سیدھی سادی اور صاف گفتگو کرتے تھے جو سامعین کے دلوں میں اترتی اور انہیں متاثر کرتی تھی۔ کوئی مشکل بات وہ نہیں کرتے تھے۔ تبلیغ اسلام کے لیے وہی انداز اختیار فرماتے تھے جسے ان پڑھ اور معمولی خواندہ لوگ بھی آسانی کے ساتھ سمجھ جاتے تھے۔ وہ ایمان داری کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتے تھے۔

مجلسی زندگی اور لوگوں کے ساتھ عام میل جول اور معاشرتی تعلقات میں وہ بڑے فراخ حوصلہ تھے۔ جہاں تک ممکن ہوتا ہر شخص سے بنا کر رکھتے اور حسب مراتب سب کا احترام کرتے تھے۔ ان کے حلقہ احباب میں پڑھے لکھے، ان پڑھ، غریب، امیر سب شامل تھے۔ وہ ان سے ملتے، ان کی خوشی غمی میں شریک ہوتے تھے، باتیں کرتے تھے، ان کے کام بھی کرتے تھے اور اپنی ذمہ داریوں سے بھی بہ حسن و خوبی عہدہ برآ ہوتے تھے۔ ان کے مزاج میں انکسار کا غلبہ اور روح میں تقویٰ کی حکمرانی تھی۔

وہ نہایت مہمان نواز تھے، مہمان کو دیکھ کر ان کی خدمت کر کے بے حد خوش ہوتے تھے، اسے بہترین کھانا کھلاتے، گوشت کے خود بھی شوقین تھے اور اگر میسر ہوتا تو مہمان کو بھی ضرور گوشت پیش کرتے تھے۔ حقوق العباد کا خاص خیال رکھتے تھے۔ لوگوں کو بھی اس کی تاکید کرتے تھے۔ چھوٹوں سے شفقت اور بڑوں کا احترام ان کا لازمہ حیات تھا۔ وہ صاف دل اور عمدہ خصال کے آدمی تھے۔ کسی کے خلاف کوئی بغض یا کینہ

ان کے قلب و ذہن میں نہ تھا۔ ہر شخص کی بھلائی ان کے پیش نظر رہتی تھی۔ سکول میں ایک ٹیچر مولانا رجب علی تھے۔ وہ فقہی اعتبار سے بریلوی کتب فکر سے تعلق رکھتے تھے، وہ مولانا تاج محمد کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ

میں کسی اہل حدیث کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا۔ لیکن حاجی صاحب کے اخلاق اور اخلاص کی بنا پر ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں۔ سکول میں انہیں حاجی صاحب کہا جاتا تھا۔ اساتذہ کے مابین اگر کوئی جھگڑا ہو جاتا تو جلد از جلد اسے رفع کر دیتے تھے۔ وہ اتحاد کے داعی تھے، تمام اساتذہ کے ساتھ ان کے بہترین تعلقات تھے۔ اس نواح میں ان کی خدمات کا دائرہ تقریباً بیس سال پر محیط ہے۔ اس عرصے میں کسی کو ان سے کوئی شکایت پیدا نہ ہوئی، مسجد میں ان کے مقتدی اور انتظامیہ ان سے خوش تھے اور سکول میں تلامذہ اور رفقاء ان سے بے حد مطمئن۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مال و دولت سے نوازا تھا اور اپنی راہ میں خرچ کرنے کی ہمت اور سلیقہ بھی عطا کیا تھا۔ ساتھیوں کی خدمت کر کے وہ بہت خوش ہوتے تھے۔

۱۹۹۲ء میں انہوں نے حج بیت اللہ کی ادائیگی کا شرف حاصل کیا اور متعدد بار عمرہ ادا کرنے کے لیے حرمین شریفین کا سفر کیا۔ وفات سے چند دن قبل بھی وہ عمرہ ادا کرنے کے لیے تیاری کر چکے تھے لیکن اب کی بار اجل نے مہلت نہ دی۔ جس سال انہوں نے حج کیا، اسی سال مولانا محمد اسحق ملتانی رحمہ اللہ بھی حج کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ مولانا موصوف نے حرمین شریفین میں ان کی بہت خدمت کی۔ انہوں نے خوش ہو کر دعادی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں سات بیٹے عطا کرے۔ دعا قبول ہوئی اور اللہ پاک نے ان کو سات بیٹے عطا کیے، سبحان اللہ۔

پیماری اور سفر آخرت:

۲۰۰۶ء کے وسط میں ان پر فالج کا شدید حملہ ہوا۔ ان کے ساتھ انہیں مقامی ڈسپنسری میں لے گئے۔ پھر انہیں سمندری شہر میں ڈاکٹر غلام رسول ملک کے ہسپتال میں داخل کر دیا گیا۔ بعد ازاں شفا ہسپتال متصل مرکز الدعوة السلفیہ، ستیانہ بنگلہ میں لے جایا گیا۔ تین ماہ کے علاج

حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول مقبول ﷺ پر مشتمل دو والیم ریلیز کر دیے ہیں۔ پہلا والیم ”حمید و محمد ﷺ“ ہے جو مشہور شعراء عاصی کرناہی، یعقوب پرواز، امین گیلانی، اعجاز رحمانی، جسٹس الیاس، سہیل اعظم، جسٹس تقی عثمانی، علیم ناصری اور نعیم صدیقی کے کلام پر مشتمل ہے۔ دوسرا والیم ”کریم و مکرم“ مشہور شعراء غلام مصطفیٰ مجددی، خالد بزمی، عبدالکریم مسلم، امیر مینائی، حنیف نازش، احسن عزیز اور مولانا داؤد راز کے کلام پر مشتمل ہے۔ آواز ننھے بچے عبدالاعلیٰ بن حافظ عبدالعظیم اور تشکیل جعفر طیار کی ہے۔ والیم دارالسلام کے جدید ترین ڈیجیٹل سٹوڈیو میں تیار کیا گیا ہے جو کہ (۳۶) لوئر مال روڈ، اقراء غزنی سٹریٹ اردو بازار، Y-260 بلاک کمرشل ایریا فیض تھری ڈیفنس (لاہور) F-8 مرکز اسلام آباد، مین طارق روڈ کراچی سے دستیاب ہے۔

[دارالسلام سٹوڈیو، لاہور۔ فون نمبر: 37240024]

جامعہ سلفیہ فیصل آباد کا منفرد اعزاز

المركز الموّده ڈیرہ غازی خان کے زیر اہتمام آل پاکستان مقابلہ حفظ القرآن میں جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے طالب علم حامد یونس نے پہلی پوزیشن حاصل کی ہے، اور عمرے کے ٹکٹ کے حقدار ٹھہرے ہیں۔ اس سے قبل بھی جامعہ سلفیہ کے طلباء نے دو مرتبہ یہ اعزاز حاصل کیا۔ اس طرح تیسری مرتبہ جامعہ کے طالب علم نے یہ مقابلہ جیت کر جامعہ کو منفرد اعزاز سے نوازا۔ اس خوشی و انبساط پر ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ طالب موصوف کو عالم باعمل بنائے۔ اور مرکز الموّده کے مدیر ڈاکٹر حافظ عبدالکریم کو بھی اس کی بہتر جزاء دے۔ جنہوں نے طلباء کے درمیان مقابلے کی فضا پیدا کی ہے۔ جامعہ کے اساتذہ کرام مبارک باد کے مستحق ہیں، جن کی کاوشوں سے موصوف نے یہ اعزاز حاصل کیا۔ پرنسپل جامعہ محمد یونس ظفر نے خصوصی طور پر حامد یونس اور اس کے والدین کو مبارک باد دی اور اس کے روشن مستقبل کے لیے دعا دی۔ قارئین بھی ہمارے جامعہ اور طلباء کے لیے دعائے خیر فرماتے رہا کریں۔ [ادارہ جامعہ سلفیہ، حاجی آباد، فیصل آباد]

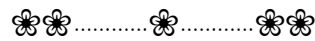
معالجے سے وہ ٹھیک ٹھاک ہو گئے تھے اور کاروانِ حیات رواں دواں ہو گیا تھا۔ اچانک اڈامرید والا (تحصیل سمندری) کے نواحی گاؤں کے سکول میں پرچے چپک کرتے ہوئے وہ حرکت قلب بند ہونے سے انتقال کر گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ حادثہ فاجعہ ۱۶ فروری ۲۰۰۹ء (۲۰ صفر ۱۴۳۰ھ) کو پیش آیا۔ شام چار بجے کے قریب ان کی وفات ہوئی۔ ان کی میت براستہ ماموں کا نجن ان کے گھر (۵۲۲ گ ب میں) لے جانی گئی۔ چھ بجے تک ان کی وفات حسرت آیات کی خبر پورے علاقے میں جنگل میں آگ کی طرح پھیل چکی تھی۔ آٹھ بجے نماز جنازہ کا وقت طے کیا گیا۔ اس مختصر وقت میں نماز جنازہ پڑھنے کے لیے لوگوں کا سیلاب اٹھ آیا تھا جس میں تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے عوام و خواص شامل تھے۔ یہ مرحوم کی ہر دلچیزی کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

نماز جنازہ جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کا نجن کے شیخ الحدیث مولانا محمد علی حامد نے پڑھائی۔ اتنا بڑا جنازہ علاقے میں نہیں دیکھا گیا۔ ان کی وفات پر ہر آنکھ واقعی اشکبار تھی۔

پھر ان کی میت کو ان کے آبائی گاؤں لے جایا گیا۔ یہاں حافظ عبدالعزیز علوی شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ فیصل آباد نے نماز جنازہ کی امانت کرائی جس میں کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ متعدد بار نماز جنازہ ادا کی گئی۔ اس کے بعد انہیں گاؤں کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔ ع

ز میں کھا گئی آسمان کیسے کیسے



دارالسلام نے حمد و مدح کے دو والیم ریلیز کر دیے
والیم ۱۸ نامور شعراء کے کلام پر مشتمل ہے

کتاب وسنت کی اشاعت اور اسلامی تہذیب و اقدار کے عالمی ادارہ دارالسلام نے والیم نمبر ایک حمد و مدح کی بے مثال کامیابی کے بعد

رہبر

(مستثنیات سے معذرت کے ساتھ)

[شورش کاشمیری]

رہبر وہ ہے کہ جس کا نہ کوئی بھی ہو اُصول
جس کا عمل ہو شرح غلط نامہ تضاد
رہبر وہ ہے کہ وعدہ و پیاں میں طاق ہو
ایفاء و صدق سے ہو جسے دائمی عناد
رہبر وہ ہے کہ نام و نمائش پہ جان دے
ہو ”زندہ باد“ جس کے لیے منزل مراد
ہر ہر نفس پہ جس کو ہو تحسین کی احتیاج
جو ہر سخن پہ اپنے کہے آپ ”شاد باد“
رہبر ہے جو ہو صاحبِ رقص و مے و خمار
ارماں جسے ضیافتیں کرنے کے ہوں زیاد
رہبر ہے جو گنہ کو ”تمن“ کا نام دے
خوفِ مآل ہو جسے نے خدشہ معاد
بیزار ہو جو نام سے اسلاف کے بہت
جس کے لیے ہو غیرتِ دیں ، علتِ فساد

ہو ملت و وطن سے نہ جس کو ذرا خلوص
 ہو ذوقِ جاہ جس کے لیے طوقِ افتاد
 رہبر ہے جس کو اپنی ریسی کا ہو غرور
 خاطر میں جو نہ لائے زوالِ ثمود و عاد
 رہبر ہے جس کی راہ سمجھ میں نہ آ سکے
 رہبر ہے جو ہو دشتِ سیاست کا گردِ باد
 ظاہر ہے جس کے گرد ہزاروں ہوں خیر خواہ
 باطن میں ہو نہ جس پہ خود اُس کو بھی اعتقاد
 مذہب کے نام سے جسے آتی ہو جھر جھری
 ہو جہل جس کی رائے میں اللہ پہ اعتقاد
 جس کا ہو قولِ ناتخِ مضمونِ افتراق
 جس کا ہو فعلِ قاطعِ مفہومِ اتحاد
 جس کی زباں ہو جوئے کہتاں کا زور شور
 جس کا دماغ ، برفِ سرِ کوہ کا انجماد
 رہبر وہ ہے جو قوم کی سبکی کا ہو سبب
 جیسے نفیس شعر کا بھونڈا سا مستزاد
 اے ارضِ پاک! ایسے جواں مرد کم نہیں
 جب تک سپوت یہ ہیں تجھے کوئی غم نہیں

[کلیاتِ شورشِ کاشمیری، ص: ۵۸۰]

ہفت روزہ ”الاعتصام“ لاہور

نرخ نامہ اشتہارات فی اشاعت

- ④..... نصف صفحہ نیوز 750 روپے
⑤..... چوتھائی صفحہ نیوز 400 روپے
⑥..... عام چھوٹے اشتہارات 300 روپے

- ①..... آخری صفحہ ٹائٹل 2400 روپے
②..... اندرون صفحہ ٹائٹل 1800 روپے
③..... فل صفحہ نیوز 1400 روپے

✽..... ”الاعتصام“ میں اشتہار لگوائیں اور اپنی تجارت کو فروغ دیں۔ ✽..... اشتہار خوش خط، مختصر اور معروضہ ہمراہ ارسال کریں۔
✽..... مسلسل اشاعت (کم از کم 6 ماہ) 20 فی صد خصوصی رعایت۔ ✽..... ”الاعتصام“ سے تعاون آپ کا اخلاقی فریضہ ہے۔

رابطہ کے لیے: دفتر ہفت روزہ الاعتصام 31 شیش محل روڈ، لاہور، فون: ۰۴۲-۷۳۵۴۴۰۶

مضامین نگار حضرات سے گزارش

- ”الاعتصام“ کے مضامین نگار حضرات و خواتین سے گزارش ہے کہ وہ درج ذیل باتوں کا ضرور خیال کیا کریں۔
- ①..... مضمون صاف ستھرا، باحوالہ، مدلل ہو۔
 - ②..... حوالہ مکمل ہونا چاہیے۔
 - ③..... آیت نمبر، حدیث نمبر، کتاب کا نام، طباعت کی تاریخ پیمانی حوالے ہونا ضروری ہیں۔
 - ④..... کاغذ کی ایک طرف حاشیہ چھوڑ کر لکھا ہونا چاہیے۔
 - ⑤..... کاغذ کی دونوں طرف لکھا گیا مضمون واپس کر دیا جائے گا۔
 - ⑥..... بامقصد اور موزوں مضمون ضرور شائع ہوگا۔
 - ⑦..... مضمون کی اشاعت کے لیے اپنی باری کا انتظار کریں۔
- امید ہے احباب مندرجہ بالا چیزوں کا خیال فرمائیں گے اور ادارے کے ساتھ قلمی تعاون جاری رکھیں گے۔
- ان شاء اللہ [منیجر]

ہفت روزہ الاعتصام کی اشاعت خاص

بہارِ نبویؐ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

خصوصیت: سوانح، شخصیت، ۱۰۰ سال کی جنگ، سماجی اور اخلاقیات، سیاسی کردار، کلمے، علاوہ، منتخب خطوط، تادمِ تحریریں، اور مضمون نگارانِ حقیت

1230 صفحات، ولایتی بائبل پیپر، چہار رنگہ دیدہ زیب سرورق، مضبوط جلد

نامور اہل علم و قلم کی یادگار تحریریں، مولانا کے نیاز مندوں کے حقیقت پر مبنی تاثرات اور علمی خطوط اس خصوصی اشاعت کی زینت ہیں۔

قیمت
400/-
روپے

رابطہ کے لیے

ڈاک خرچ نامہ خریدار

ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ لاہور 54000 دہلی بلی ارسال کرنے سے معذرت لہذا اصرار نہ کریں

دارالدعوة السلفية..... ایک تعارف

ملک عصمت اللہ قلعوی

تشریف لا کر نماز ادا کرتے ہیں۔

شعبہ سوم: ہفت روزہ الاعتصام۔ لاہور

اس ادارے کے زیر اہتمام ہفت روزہ الاعتصام اپنی عمر کا اکسٹھواں سال پورا کر رہا ہے۔ ہر ہفتے پابندی کے ساتھ شائع ہوتا ہے۔ بڑے بڑے اہل علم اور اہل قلم حضرات اس کے قلمی معاون ہیں۔ پرچے میں شائع ہونے والے مضامین کا معیار الحمد للہ بہت بلند ہے۔ اس لیے اس کو بہت سے علماء و فضلاء کا اعتماد حاصل ہے۔ اس میں لکھے جانے والے ادارے نہایت مؤثر اور جان دار ہوتے ہیں۔ اس لیے اس کی آواز حکومت کے ایوانوں میں بھی سنی جاتی ہے۔

شعبہ چہارم: مولانا عطاء اللہ حنیف لاہوری

اس ادارے کا چوتھا شعبہ مولانا عطاء اللہ حنیف لاہوری ہے۔ اس کا زیادہ تر اثاثہ مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کی وقف کردہ کتابوں پر مبنی ہے جس میں ہر سال ضرورت کے مطابق کچھ نہ کچھ اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ تبصرہ کے لیے آنے والی کتب بھی اس اثاثے میں شامل ہوتی رہتی ہیں۔ نیز کئی ناشرین کتب نئی شائع ہونے والی کتب ادارے کو ہدیہ بھی پیش کرتے رہتے ہیں۔

اس ادارے کے تحت ایک مجلس علمی السلفی قائم ہے جو تین جید علماء پر مشتمل ہے۔ یہ سارا سال کتب کے تراجم، تصنیف و تخریج میں مصروف رہتی ہے۔ ارکان اپنا کام انتہائی محنت اور دیانت سے کرتے ہیں۔

اس سال ادارے کے زیر اہتمام نواب صدیق الحسن صاحب کی خودنوشت سوانح ابقیاء المسنن اور منتقى الاخبار (احادیث الاحکام) شائع ہوئی ہیں۔

ہفت روزہ الاعتصام کا حجیت حدیث نمبر ایک عرصے سے زیر ترتیب و تسوید تھا اب طباعت کی آخری منازل طے کر رہا ہے اور امید ہے کہ

دارالدعوة السلفية ۱۹۸۰ء میں مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کی مساعی جلیلہ کے نتیجے میں قائم ہوا۔ مولانا رحمہ اللہ نے اپنا تمام علمی ورثہ اس ادارے کے لیے وقف کر دیا۔ ان کے اخلاص اور للہیت کی بدولت ان کے ہاتھوں سے لگایا ہوا یہ ننھا منا پودا اب ایک تناور درخت بن چکا ہے۔ اس ادارے کا انتظام و انصرام ایک بارہ رکنی کمیٹی (مجلس عاملہ) کے ہاتھ میں ہے جو اسے چلا رہی ہے۔ اس کمیٹی کے صدر مولانا ابوبکر صدیق السلفی، جنرل سیکرٹری مولانا عطاء اللہ حنیف کے صاحب زادے حافظ احمد شاہ ہیں۔ اور سرپرست مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی، مولانا ارشاد الحق اثری، حافظ عبدالحمید ازہر، مؤرخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی، پروفیسر ڈاکٹر سعید اقبال اور مولانا عمران حمید مرزا۔ چوہدری نعیم صادق ایڈووکیٹ، حافظ حماد شاہ کر، ملک عصمت اللہ قلعوی، شیخ عتیق الرحمن اس کے ارکان ہیں۔

اس ادارے کے تحت چار شعبے کام کر رہے ہیں۔

شعبہ اول: مدرسہ مصباح القرآن

اس مدرسے سے بے شمار بچے قرآن مجید ناظرہ اور حفظ کی تعلیم حاصل کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں۔ یہ شعبہ ایک ماہر استاد اور قاری کی نگرانی میں کام کر رہا ہے۔ صبح سے نماز ظہر تک اور پھر ظہر سے عصر تک بچوں کو پڑھایا جاتا ہے۔

شعبہ دوم: مسجد

دارالدعوة کی عمارت میں ایک چھوٹی سی اور نہایت خوب صورت مسجد بھی تعمیر کی گئی ہے۔ جس میں نماز پنجگانہ باجماعت ادا کرنے کا انتظام موجود ہے۔ اس میں طہارت اور وضو کے لیے الگ انتظام کیا گیا ہے۔ دارالدعوة السلفية اور ہفت روزہ الاعتصام کا عملہ یہاں نماز باجماعت ادا کرتا ہی ہے لیکن اس کے علاوہ اہل محلہ اور دیگر حضرات بھی یہاں

مالیات کے فرائض بھی سرانجام دیتے ہیں جو ہر دم حسابات اور آمد و خرچ پر نگاہ رکھتے ہیں۔ اس لیے ادارے کے وسائل کا غلط یا بے جا مصرف کا کوئی امکان نہیں رہتا۔ **فللہ الحمد**

ادارے کے تعارف کے سلسلے میں اس کے ارکان کا تعارف بھی ذیل میں دیا جا رہا ہے۔

مدرسے کے استاد قاری حافظ عبداللطیف ہیں جو بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینے پر مامور ہیں۔ ان کا تعلق برکی چک ۱۶، تحصیل چونیاں ضلع قصور سے ہے۔ انہوں نے جامع لاہور الاسلامیہ (المعروف جامعہ رحمانیہ) گارڈن ٹاؤن سے تعلیم حاصل کر کے شہادت العالیہ کی سند بھی حاصل کی ہے۔ اب وہ دارالدعوة السلفیہ میں تقریباً ایک سال سے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ موصوف بچوں کو بہت محنت سے پڑھاتے ہیں۔ [جاری ہے]

ایک آدھ ماہ بعد وہ بھی شائع ہو جائے گا۔

اس ادارے کی مجلس عاملہ کا اجلاس ہر سہ ماہی کے بعد ہوتا رہتا ہے۔ ابھی حال ہی میں ۱۷ اکتوبر ۲۰۰۹ء بروز ہفتہ مجلس عاملہ کا اجلاس ہوا جس میں انتظامی امور کے بارے میں کئی اہم فیصلے کیے گئے۔ ان میں سے ایک فیصلہ یہ بھی ہے کہ ادارہ میں ہونے والی سرگرمیوں سے قارئین الاعتصام کو مسلسل آگاہ کیا جاتا رہے۔ زیر قلم مضمون اسی فیصلے کی تعمیل کی ایک کوشش ہے۔

ادارے کی آمد و خرچ کے حسابات چارٹرڈ اکاؤنٹنٹس کے سامنے پیش کر کے ان سے باقاعدہ ہر سال تصدیق کروائی جاتی ہے۔ اس مقصد کے لیے ایک تعلیم یافتہ اکاؤنٹنٹ مقرر کیا گیا ہے۔ ادارے کی آمد و خرچ کے مصدقہ گوشوارے اور بیلنس شیٹس ادارے کے پاس موجود ہیں جو کسی وقت بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس ادارے کے ایک معزز رکن ناظم

مکتبہ محمدیہ کی عظیم پیشکش

مشکوۃ المصابیح مترجم غزنوی ترجمہ و حواشی

اس ایڈیشن کی خصوصیات

- ترجمہ و حواشی کے جو الفاظ پرانی اردو میں تھے ان کو جدید اردو کے الفاظ میں تبدیل کر کے نہایت آسان اور عام فہم کر دیا گیا ہے۔
- کتاب کی خوبصورتی اور حدیث کی معانی کے لیے ہر حدیث کے ساتھ فوائد الحدیث کے نام سے حواشی لگا دیے گئے ہیں۔
- شیخ علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے حکم الحدیث کے عنوان سے بحث و معنی کا حکم لگا کر حدیث کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔
- احادیث کی تخریج بھی کر دی گئی ہے تاکہ اگر کوئی صاحب ذوق حدیث کی دوسری کتاب سے استفادہ کرنا چاہے تو اسے کوئی وقت پیش نہ آئے۔
- ان تمام خوبیوں کے باوجود پانچ جلد پر مشتمل خوبصورت سیٹ آفٹ کاغذ پر بہترین پرنٹنگ جدید نوٹرز و مارجن پر آپ کی خدمت میں انتہائی مناسب قیمت پر پیش کیا جا رہا ہے۔

عام ایڈیشن - 2500/-
سلیب ایڈیشن - 3300/-

مشکوۃ المصابیح

الشیخ الاسلامی المصنف والمؤلف والراوی

(کامل ۵ جلد)

ترجمہ و فوائد محدث: مولانا سید محمد عبدالاکمل غزنوی مدظلہ

تہمیل و تصحیح: مولانا عبدالمجید مدظلہ

چشم الحدیث: شیخ علامہ محمد ناصر الدین البانی مدظلہ

تخریج الحدیث: الشیخ جمال عینی مدظلہ

مکتبہ اہل حدیث

فناؤسٹریٹ آرڈو بازار لاہور

فصل مارکیٹ

Mob.: 0300- 4826023, 042-7114650

E-mail: maktabah_muhammedia@yahoo.com & maktabah_m@hotmail.com

مکتبہ اہل حدیث

فناؤسٹریٹ آرڈو بازار لاہور

فصل مارکیٹ

Mob.: 0300- 4826023, 042-7114650

E-mail: maktabah_muhammedia@yahoo.com & maktabah_m@hotmail.com

شیوخ الحدیث، طلبائے بخاری اور شائقین علم حدیث کے لیے بیش قیمت علمی خزانہ

دفاع صحیح بخاری

تألیف: شیخ الامین الامون محمد ابوالقاسم بن بکر
تقدیم: فضیلۃ الشیخ مولانا رشاد الحق اثری حفظہ فیضیۃ الشیخ مولانا محمد عزیز شمس حفظہ
تحقیق و تعلیق: حافظ شاہ محمد فاضل مدینہ یونیورسٹی

امام بخاری اور صحیح بخاری کے دفاع میں
سات کتب و رسائل کا مجموعہ پہلی بار منظر عام پر
جانبینہ السلام دارالعلوم دارالاحیاء
مکتبہ العظیمہ
الجزیری العظیم

• مجلد 1080 صفحات
• عمدہ کاغذ
• اعلیٰ طباعتی معیار

نصرة الباری فی بیان صحیح البخاری

تألیف: مولانا عبد الرؤف خان جانی جھنڈا انگری
تقدیم: شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی

ملنے کا پتہ
لاہور: مکتبہ سلفیہ 7237184۔ کتاب برائے 7320318۔
اسلامی انڈیا 7357587۔ دارالاسلام شروم 7232400۔ مکتبہ قدوسیہ 7230585۔
مکتبہ اسلامیہ 0300-8661763 دارالاندلس 7230549۔
کراچی: الحرمین پبلی کیشنز 0333-3030804، فنیلی ایک سنٹر اردو بازار 2212991
فیصل آباد: مکتبہ اسلامیہ بیرون امین پور بازار، 631204۔
مکتبہ الحمد بیٹ امین پور بازار 0300-6628021، 041-2629292
گوچرانوالہ: مکتبہ نعمانیہ، اردو بازار، والی کتاب گھر اردو بازار، دارالکتب اردو بازار

• 240 صفحات
• عمدہ کاغذ
• اعلیٰ طباعتی معیار

نوٹ: ارشاد القاری الی نقد فیض الباری (محدث العصر حافظ محمد گوندلوی و فضیلۃ الشیخ حافظ عبد المنان نور پوری) کی چوتھی جلد عنقریب منظر عام پر آرہی ہے

سعودی عرب میں ہماری تمام مطبوعات مکتبہ بیت السلام، ریاض (00966-505440147) پر دستیاب ہیں

ناشر: ام القری پبلی کیشنز سیالکوٹ روڈ فٹو منڈ، گوچرانوالہ فون: 0333-8110896, 0321-6466422